ڈاکٹر شوذب کاظمی کی شعری خدمات

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (اردو)

مقالہ نگار

محمد عابد

رجسٹریشن نمبر:MPU-023R21P-113

نگران مقالہ

ڈاکٹر امتیاز احمد

شعبہ اردو

انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب ملتان

مقالہ ھذا کی منظوری بورڈ آف ایڈوانس سٹڈیز اینڈ ریسرچ کے منعقدہ اجلاس میں ۳ دسمبر ۲۰۲۲ء میں دی گئی۔

سیشن: ۲۰۲۱ء-۲۰۲۳ء

شعبہ اردو

انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب ملتان

APPROVAL CERTIFICATE

This entitled

"ڈاکٹر شوذب کاظمی کی شعری خدمات"

Written by Muhammad Abid Reg No: MPU-023R21P-113 has been accepted by the Board of Examiners. The student has been defended his topic during viva voice.

External Examiner: ________________________________

Internal Examiner: ________________________________

HOD: ________________________________

Dean: ________________________________

Date of VIVA VOICE: ________________________________

حلف نامہ

میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میری معلومات کی حد تک "ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شعری خدمات" میری ذاتی کوشش اور محنت کا ثمر ہے۔ نیز یہ مقالہ اس سے پہلے کسی بھی یونیورسٹی میں کسی ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔

مقالہ نگار:

محمد عابد

تصدیق نامہ

اس امر کی تصدیق کی جاتی ہے کہ میں نے ایم فِل اردو کے طالب علم محمد عابد، رول نمبر ۱۱۳ زیرِ تعلیم انسٹیٹیوٹ آف سدرن پنجاب ملتان کے مقالہ بعنوان "ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شعری خدمات" کا مطالعہ بغور کیا ہے۔ میں طالب علم کے کام سے مطمئن ہوں اور اس امر کی سفارش کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ اس کا یہ مقالہ ایم۔ فِل اردو کی ڈگری کے تقاضے کے لیے جمع کروایا جائے۔

____

نگران مقالہ:

ڈاکٹر امتیاز احمد

شعبہ اردو

انسٹیٹوٹ آف سدرن پنجاب ملتان

اظہارِ تشکر

اللہ تعالی کا مجھ ناچیز پر بڑا کرم اور احسان ہے کہ اس ذات پاک نے مجھے حضرت محمدؐ کی امت میں پیدا کیا اور میرے دل میں محمدؐ و آل محمد کی محبت کا نور رکھ دیا۔ مجھے حضرت محمدؐ کے ساتویں جانشین حضرت امام موسی کاظم علیہ اسلام کی اولاد میں سے ایک سید "ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی" کی شعری کی خدمات پر کچھ لکھنے کی سعادت بخشی۔ اپنے محترم والدین کا بھی انتہائی مشکور ہوں کہ جنہوں نے اپنے سکھ چین کو پس پشت ڈال کر مجھے زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔

سب سے زیادہ مشکور اپنے مشفق اور محترم استاد جناب ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کا جنہوں نے مواد کے حصول میں میری معاونت فرمائی۔

نگران مقالہ ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود مقالہ کی نگرانی فرمائی اور مقالہ کو چیک کر کے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اور جملہ اساتذہ کرام کا بالخصوص اپنے استادِ محترم ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی اور استاد عرفان عباس کانجو کا بھی احسان مند ہوں جن کی بے پناہ شفقت اور رہنمائی سے میں اس قابل ہو سکا۔

برادر احسن رضوی, افضل علی عسکری، خواہر انمول زہرا، خواہر ارم زہرا کا بھی دلی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مقالہ کی کمپوزنگ سے نظر ثانی تک کے لئے بے حد مشکل مرحلہ کو طے کرنے میں معاونت کی اور اپنے تجربے سے مستفید فرمایا۔

اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

مقالہ نگار

محمد عابد

فہرست ابواب

	اظہارِ تشکر	v
باب اول:	ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کے احوال و آثار	۰۱
باب دوم:	ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شاعری کا فکری جائزہ	۲۴
باب سوم:	ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شاعری کا فنی جائزہ	۹۲
باب چہارم:	شوذبؔ کاظمی کا ہم عصر شعرا میں مقام و مرتبہ	۱۲۶
	حاصلِ مطالعہ	۱۶۸
	کتابیات	۱۷۲

باب اول

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کے احوال و آثار

شوذبؔ کاظمی کا تعلق ملتان سے ہے۔ انہوں نے ملتان شہر میں رہتے ہوئے ادبی قوالوں سے کئی طرح کی خدمات ادا کی ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خدمت شعر و شاعری ہے۔ ملتان کے اس خطے سے تعلق رکھتے ہوئے انہوں نے دل کھول کر اپنی صلاحیتوں کو آزمایا ہے، اس وجہ سے اردو ادب میں ان کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کا اصل نام شناختی کارڈ کے مطابق سید فضل عباسؔ شوذبؔ کاظمی ہے ان کے اس نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں لیکن انہوں نے اپنا ایک اور بھی نام جو متعارف کروایا، اس نام سے لوگ ان کو خوب جانتے ہیں وہ نام شوذبؔ کاظمی ہے۔ اس نام کی حیثیت سے انہوں نے اردو ادب میں منفرد اور بلند مقام حاصل کیا، ان کو ادب کے قاری ایک عظیم شاعر، ادیب، پروفیسر، مقالہ نگار، کالم نگار اور ناقد کے طور پر جانتے ہیں، انہوں نے خود اپنے نام کے بارے میں یوں کہا ہے

"میرا اصل نام تو سید فضل عباس شوذبؔ کاظمی ہے لیکن اردو ادب میں مجھے شوذبؔ کاظمی کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ میرا ادبی نام ہے۔"(۱)

آپ کا تخلص شوذبؔ ہے عامر سہیل نے آپ کے تخلص اختیار کرنے کی وجہ اپنے ایک کالم میں بھی لکھی۔ وہ خود بھی کہتے ہیں

" تخلص شوذبؔ کو اختیار کرنے کی وجہ ایک صحابی رسولؐ ہیں جن کا نام شوذبؔ بن عبید اللہ تھا اور وہ واقعہ کربلا میں نواسہ رسولؐ کے ساتھ شہید ہو گئے۔ اس نام کی معنویت مشہور شاعر احسان دانش نے نکالی جن سے آپ کا گہرا ربط تھا۔"(۲)

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کے آباواجداد انبالہ شہر سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا تعلق اسی شہر سے ہے جہاں سے ناصر کاظمی کا تعلق جڑتا ہے بنیادی طور پر ان کا سلسلہ ءنسب حضرت محمدؐ سے جاملتا ہے۔ حضرت محمدؐ کے بارہ جانشین اس دنیا میں آئے ان میں ایک کا نام حضرت امام موسی کاظمؑ تھا ان کا مزار بھی عراق کے شہر میں موجود ہے۔ ان کی اولاد کاظمی سید کہلاتی ہے، اس طرح سے ان کا سلسلہ نسب ان کے ساتھ جاملتا ہے۔ اس حوالے سے کہتے ہیں

"حضرت محمدؐ کے بعد جس وقت حضرت علیؑ نے جانشینی سنبھالی تو ان کے بعد ان کی اولاد میں سے گیارہ جانشین اس دنیا میں آئے، ان میں سے ایک کا نام حضرت امام موسیٰ کاظمؑ تھا۔ ان کی اولاد کو کاظمی کہا جاتا ہے۔ ہمارا سلسلہء نسب انہی کے ساتھ جا ملتا ہے اس وجہ سے ہمارے نام کے ساتھ کاظمی لگا ہوا ہے۔"(۳)

ان کے خاندان والے ابتدا میں انبالہ شہر میں مقیم تھے لیکن جس وقت ہجرت ہوئی تو وہ جھنگ آ گئے۔ ان کے دادا سید جعفر کاظمی ابتدائی طور پر سرمہ بیچنے کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کے والد سید خورشید حسین کاظمی ضلع بہاولپور میں جیل میں ملازمت کیا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد وہ جھنگ کے ایک گاؤں واڑ سلیمان ٹھٹھہ محمد شاہ بھرانہ تحصیل چینوٹ میں آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے والد محترم کا بہاولپور سے ملتان تبادلہ ہو گیا تو ان کی فیملی بھی ملتان میں آکر آباد ہو گئی یوں اب تک ان کے خاندان والے یہاں مقیم ہیں۔

ڈاکٹر شوذب کاظمی ۱۲ اگست ۱۹۵۸ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے باقی خاندان والے ضلع جھنگ میں موجود تھے اس طرح سے انہوں نے ابتدائی تعلیم جھنگ کے تعلیمی اداروں سے حاصل کی تھی، اس حوالے سے بیان کرتے ہیں

"جھنگ کے اس نواحی گاؤں میں ایک سرکاری اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے، اسکے بعد میٹرک کا امتحان ۱۹۷۴ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول جھنگ سے پاس کیا تھا۔ میٹرک میں اردو، انگریزی، اسلامیات، پاکستان اسٹڈیز، جنرل سائنس، ریاضی اور فارسی کے مضامین پڑھے تھے۔"(۴)

ڈاکٹر شوذب کاظمی کو پہلے شاعری میں کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن جس وقت ۱۹۷۲ء میں ان کی والدہ کی اچانک موت واقع ہوگئی تو اسکا ان پر بہت گہرا صدمہ ہوا تھا۔ اس واقع کے بعد انہوں نے شعر و شاعری کرنا شروع کر دیا تھی اور اس خبر کو آج تک اپنے دل میں محفوظ رکھا ہوا ہے، وہ اس طرح سے بیان کرتے ہیں

> " شاعری شعور سے ہے اور ہر ادبی شعور خدا نے پہلے ہی دے رکھا تھا لیکن شاعری کا سفر اس وقت شروع کیا جب والدہ رضیہ بیگم کے سانحہ ارتحال سے متاثر ہوا تھا۔ اس وقت دل میں اس قدر باتیں تھی جو ان سے کرنا چاہتا تھا پھر اس مقصد کے لئے شاعری کو سہارا بنالیا تھا" (۵)

ڈاکٹر شوذب کاظمی نے میٹرک کے بعد بھی اپنی تعلیمی سرگرمیوں کو جاری رکھا تھا۔ انہوں نے ۱۹۷۸ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا اس میں ان کے بہت اچھے مارکس آئے تھے، اس طرح سے ۱۹۸۱ء میں انہوں نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی، بی اے انہوں نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے کیا تھا۔ اس میں بھی نمایا ں حیثیت ان کی برقرار رہی تھی۔ اس طرح سے ان کا دلی شوق تھا کہ اس یونیورسٹی میں جاکر تعلیم حاصل کریں یوں ۱۹۸۴ء میں انہوں نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی سے ماسٹر کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ جس وقت انہوں نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا تو اس وقت انکے دل کی خواہش کی تکمیل ہوئی تھی انہوں نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ اردو میں اتنا خوبصورت وقت گزارا تھا اس حوالے سے یوں بات کرتے ہیں۔

> " جس وقت میٹرک کا امتحان پاس کیا اس وقت سے دل میں خواہش تھی کہ یونیورسٹی ضرور جاکر پڑھوں گا پھر تعلیمی سلسلہ جاری رہا آخر کار ۱۹۸۲ میں ملتان کی بڑی یونیورسٹی بہاوالدین زکریا میں داخلہ ملا اور ۱۹۸۴ء میں اس یونیورسٹی سے ماسٹر کی ڈگری حاصل کی تھی" (٦)

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کو میٹرک میں شعر و شاعری کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا انہوں اس سطح سے شاعری کی دنیا میں تانک جھانک کرنا شروع کر دی تھی اور یہی خواہش انکو شعبہ اردو میں لے گئی تھی جس وقت انہوں نے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی تھی تو اس سے پہلے انہوں کئی طرح کے مشاعروں میں شرکت کر کے کئی اعزازات اور انعامات حاصل کر لئے تھے۔ انہوں نے اسکول کے زمانے میں ہونے والی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انکو انعام و کرام سے بھی نوازا گیا تھا۔ جس وقت وہ طالبعلم تھے اور انٹر میڈیٹ کی ڈگری کے لئے زیرِ تعلیم تھے تو انہوں نے کالجز میں ہونے والے مختلف طرح کے مشاعروں میں خوب حصہ لیا تو ان کو اس دور میں انعامی اسناد سے بھی نوازا گیا تھا وہ خود بیان کرتے ہیں:

> " میں نے انٹر میڈیٹ کا امتحان گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ وجوہات کی بنا پر پرائیویٹ طور پر پاس کیا اور اس کالج میں اس دور میں ہونے والی تقریبات میں بھرپور حصہ لیتا تھا اور انعام و اعزازات بھی حاصل کیا کرتا تھا جس وقت یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے گیا تو اس وقت اپنا ادبی معیار وضع کر چکا تھا "(۷)

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی نے کُل پاکستان انٹر، یونیورسٹیز، کالجز مشاعروں میں بھی خوب اپنا لوہا منوایا تھا تو اس طرح سے انہوں نے بین الکلیاتی مشاعروں میں خوب حصہ لیا ہے اور اپنی انفرادیت کو سب کے سامنے پیش کیا ہے یہ ان کی سب سے بڑی خوبی ہے انہوں اس طرح کی خدمات سے ناصرف اپنے ادارے کا نام روشن کیا بلکہ انہوں اپنے ملک اور خطے کے نام کو بھی خوب روشن کیا ہے۔ ان کی مرہونِ منت آج اردو ادب میں کئی درخشندہ ستارے موجود ہیں اور ان کی ہی قصیدہ گوئی کرتے نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کو ان کی خدمات اور ان کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے طالب علمی میں ہی، جس وقت وہ طالب علمی کے دور سے گزر رہے تھے ریڈیو پاکستان سے بطور طالب علم مدیر وابستہ ہونے کا بھی اعزاز حاصل رہا ہے۔ وہ پہلے طالب علم تھے جو اس کے مدیر تھے اس طرح کا اعزاز ان کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

"ریڈیو پاکستان کا مدیر بننا اور ایک طالب علم کی حیثیت سے اس سے بڑا اعزا
اور انعام مجھے زندگی بھر نہیں مل سکتا ہے۔"(۸)

۱۹۸۶ء میں آپ کی شادی عذرا بتول بنت سید ظہیر الاسلام بیگم سے ہوئی، اس وقت وہ خود بھی ایک شاعرہ ہیں اور پی-ایچ-ڈی ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے گورنمنٹ وومین یونیورسٹی ملتان میں تدریس اردو ادب کے فرائض سر انجام دیے جو اس وقت گورنمنٹ کالج برائے خواتین کہلاتا تھا۔

۲۰۱۳ء میں جوان بیٹے محمد علی کاظم کی وفات کے بعد وہ صدمے میں گئیں تو انہوں نے کالج کو چھوڑ دیا، ان میں شاعری کا ذوق ان کے دادا مرحوم و مغفور سید افضل حسین نقوی کے ذوقِ شعری کی وجہ سے ہوا۔

وہ خود لکھتی ہیں کہ میرے دادا کا یہ شعر مجھے ہر دم تخلیقی تجربے پر آمادہ و سرگرم رکھتا ہے

اتریں گے کیا فرشتے فلک سے زمیں پر
ہمدرد آدمی کا اگر آدمی نہ ہو

(افضل حسین)(۹)

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کو قدرت کی طرف سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ملی، انکا بڑا بیٹا محمد علی کاظم جو کہ عین شباب کے عالم میں فوت ہوا جبکہ وہ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ان کا دوسرا بیٹا محمد رافع شوذبؔ ہے وہ MDA ملتان میں اسٹور کیپر کے طور پر کام کر رہے ہے۔ اس طرح سے ان کی ایک بیٹی کا نام آمنۃ الزہرا ہے اس نے ڈبل ایم اے کیا ہوا ہے۔ اس نے ایم-اے اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے کیا اور ایم-اے آئی-آر سرگودھا یونیورسٹی سے کیا ہے۔ ان کی دوسری بیٹی کا نام فاطمہ الزہرا ہے وہ شعبہ کامرس جامعہ زکریا میں بی ایس کورس کر رہی ہے۔ اپنے بچوں کے حوالے سے بیان شوذبؔ کاظمی بیان کرتے ہیں:

"قدرت کی طرف سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں گفٹ میں ملی تھیں لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا بڑے بیٹے کی جوانی میں موت نے کمر توڑی ہے لیکن اب میں اپنے باقی بچوں جن میں سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں، ان کے ساتھ خوشی محسوس کرتا ہوں"(۱۰)

۱۹۸۴ء کا سفر طے کرتے ہوئے اپنی زندگی کے اس دوارنیے میں ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی نے مشاعروں میں غزلیں اور نظمیں کہہ کر انعامات اور شیلڈز اور سرٹیفیکیٹ حاصل کئے۔ دورِ طالبعلمی میں انٹرمیڈیٹ میں ہی مختلف کالجز میں ہونے والوں مشاعروں میں حصہ لیا اور انعامی اسناد حاصل کیں۔ کل پاکستان بین الکلیاتی مشاعروں میں حصہ لے کر انہوں نہ صرف اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا بلکہ اپنے ادارے کا بھی نام روشن کیا کہ ادب کے آسمان پر درخشندہ ستارے انہی اداروں کی مرہونِ منت ہیں۔

۷۶-۱۹۷۵ کے دوران انہوں نے جن مشاعروں میں حصہ لیا اور انعامی اسناد حاصل کیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- گورنمنٹ کالج پتوکی میں نظم میں سوم انعام حاصل کیا اور مقابلہ غزل میں پہلا انعام حاصل کیا۔

۲- انبالہ مسلم کالج سرگودھا میں مقابلہ نظم میں اول انعام حاصل کیا، اور کل پاکستان میں بین الکلیاتی مشاعرہ مقابلہ غزل میں دوسرا انعام حاصل کیا۔

۳- گورنمنٹ کالج ساہیوال میں مشاعرہ غزل میں پہلا انعام حاصل کیا، اور ٹرافی اور سند حاصل کی۔

۴- گورنمنٹ غوثیہ انٹرمیڈیٹ کالج (فرید آباد) میں مشاعرہ غزل میں اول انعام حاصل کیا۔

۵- گورنمنٹ کالج سمندری میں بین الکلیاتی مشاعرہ غزل میں دو انعام حاصل کئے۔

۶- گورنمنٹ کالج جی-ایس-ٹی میں کل پاکستان مشاعرہ نظم (قائداعظم) میں اول انعام حاصل کیا۔

ان کی قائد اعظم سے عقیدت اور وطن سے محبت کی پہلی دلیل ان کی بہتر نظموں کا مجموعہ " بحضورِ قائد اعظم " ہے۔

۱۹۷۶-۱۹۷۷ء

- ۰۴ مارچ ۱۹۷۶ء کو گورنمنٹ کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع رائل پور میں بین الکلیاتی و بین الجامعی غزل اردو مشاعرہ میں سوم انعام حاصل کیا اور مشاعرہ نظم میں پہلا انعام حاصل کیا۔
- ۲۱ اپریل ۱۹۷۶ء میں اسٹوڈنٹس یونین اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں سالانہ ادبی مسابقات (تذکرہ و مباحثہ) میں اول انعام حاصل کیا اور اردو مشاعرہ مقابلہ غزل میں بھی اول انعام حاصل کیا۔
- گورنمنٹ کالج شور کوٹ میں اردو نظم کل پاکستان کلیاتی مشاعرہ میں اول انعام حاصل کیا اور مقابلہ غزل میں بھی اول انعام حاصل کیا
- قائد اعظم یونیورسٹی اسٹوڈنس یونین میں بین الکلیاتی مشاعرہ میں دوم انعام حاصل کیا۔
- ۱۹۷۴ء گورنمنٹ کالج ملتان میں پنجابی غزل میں سوم انعام حاصل کیا۔
- ۱۳۱ کتوبر ۱۹۷۷ء میں یونیورسٹی آف ملتان، اسٹوڈنس یونین کل پاکستان مشاعرہ میں تیسرا انعام حاصل کیا۔
- ۳۰ نومبر ۱۹۷۷ء میں بی آئی ایس ایم میں بہ سلسلہ تقریبات صد سالہ جشنِ ولادت علامہ اقبال مشاعرہ نظم میں دوم انعام حاصل کیا۔

۱۹۸۳-۱۹۸۲ء میں حاصل ہونے والے انعامات

- ۱۹۸۲ء میں ملتان یونیورسٹی کی نمائندگی میں گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ میں اردو نظم مقابلہ میں دوسرا انعام حاصل کیا۔
- ۱۹۸۲ء میں گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان میں بین الکلیاتی تقریبات محفل مشاعرہ غزل میں اول انعام حاصل کیا۔

- گورنمنٹ کالج ملتان میں مشاعرہ غزل میں بھی اول انعام حاصل کیا۔

شوذبؔ کاظمی نے ۱۹۸۹ء میں ایم فل کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی۔ ایم-فل اردو میں ان کے مقالے کا عنوان "انوار انجم احوال و آثار" تھا۔

۲۰۰۲ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے حاصل کی۔ پی-ایچ-ڈی اردو میں ان کے مقالے کا عنوان "عرش صدیقی حیات اور علمی و ادبی خدمات" تھا۔

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی نے ان لوگوں پر تحقیق کی جن سے ملنا بھی اتنا ممکن نہیں تھا، میری جب ان سے ایم فل کے مقالے کے حوالے سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی، میرے لئے تو آسانی کی بات تھی یا باعث فخر تھا میرے لئے کہ میں نے اپنے ایم فل کے مقالے کے لئے جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ خود مجھے کہتے تھے کہ بلا تکلف جس وقت بھی آنا چاہو، کوئی سوال ہو یا کوئی مسئلہ درپیش ہو مجھ سے ملنے آسکتے ہو۔ حالانکہ میری ان سے صرف واٹس ایپ پر ہی بات ہوا کرتی تھی، انہوں واٹس ایپ پر ایک الگ گروپ تشکیل دیا ہوا ہے "ہے سخن مشق جاری"۔

میں کسی ذریعے سے اس گروپ کا ممبر بنا، اس گروپ میں ہر ہفتے ایک نیا طرحی مصرعہ دیا جاتا اور ساتھ میں بحر بھی بتائی جاتی۔ اسی بحر میں مختلف شعراء کرام اپنا اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ مجھے شاعری کا فن تو نہیں آتا تھا مگر اپنے ذوق کی وجہ سے اسی بحر میں شاعری / کلام لکھنے کی کوشش کرتا رہتا، میں ان کی سادگی سے متاثر ہوا، میں نے جب ایم فل میں داخلہ لیا تو میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر ان پر کسی نے مقالہ نہیں لکھا تو میں ہی ان پر مقالہ لکھوں گا۔ مجھے ہی شرف ملا کہ نہایت ہی نفیس قسم کے انسان پر اپنا مقالہ لکھ رہا ہوں۔

وہ بتاتے ہیں کہ میں جب ایم اے میں مقالہ لکھنا چاہتا تھا تو مجھے عرش صدیقی صاحب پر مقالہ لکھنے کو دیا گیا، میں ان سے مل تو نہیں سکتا تھا مگر میں نے اپنی جستجو جاری رکھی، جب میں نے مقالہ لکھ لیا تو عرش صدیقی صاحب نے خود میرا مقالہ روک لیا اور ایک دن یونیورسٹی سے چھٹی لے کر مجھے بلوایا اور مجھے داد دی کہ میں نے کافی زیادہ ہی ان پر لکھ دیا تھا۔ عرش صدیقی کی بیوی بھی شوذبؔ کاظمی کی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے عرش صدیقی پر کام کر کے ان کو ادب کی دنیا میں روشناس کروایا۔ شوذبؔ صاحب کہتے ہیں:

"میں نے مقالے میں وہ حقائق بھی لکھ دیئے جن میں سے بعض حقائق کو
عرش صدیقی صاحب نے مقالے کا حصہ بھی نہ بننے دیا کہ وہ حقائق ان کے
متعلق نہیں بلکہ وہ کسی اور شخصیت کے حوالے سے تھے جو عرش صدیقی
صاحب سے بھی اونچے درجے پر تھے اور یونیورسٹی میں اس وقت وائس
چانسلر کے عہدے پر فائز تھے۔"(۱۱)

ڈاکٹر صاحب کی ملازمت کے بارے میں بتاتا چلوں کہ ۱۹۸۱ء میں ان کی پہلی ملازمت ٹیچنگ کی ہے، انہوں نے سویلین سکول ماسٹر سی ایم ایچ ملتان میں ۱۱ جنوری ۱۹۸۱ء سے ۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

اس کے بعد ۱۶ اپریل ۱۹۸۴ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۵ء تک ایم اے کے بعد سکینڈری سکول ٹیچر رضا شاہ پبلک سکول ملتان میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کا تقرر نامہ نمبر اے آئی ۲۹۹ مؤرخہ ۱۶ اپرل ۱۹۸۴ء ہے، ۰۲ اپریل ۱۹۸۵ء میں شعبہ اردو بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ میں لیکچرار منتخب ہوئے اور ۱۹ مئی ۱۹۸۷ء تک وہاں تدریس کے فرائض انجام دیئے اس کا تقرر نامہ نمبر Esst/Rub534 مجریہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۵ء ہے۔

۰۵ مئی ۱۹۸۷ء کو گورنمنٹ آف پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں بطور لیکچرر سیلیکشن ہو گئی جس کے بعد ۱۹ مئی ۱۹۸۷ء کو بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ سے مستعفی ہو کر ۲۰ مئی ۱۹۸۷ء سے گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج خانیوال میں لیکچرار کی حیثیت سے تدریس کے فرائض سر انجام دیئے، اس کا تقرر نامہ نمبر ۲۵/۱۹ مجریہ ۰۵ مئی ۱۹۸۷ء از ڈی پی آئی پنجاب ہے۔

دو سال کے بعد ان کا تبادلہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان میں ہوا، ۰۷ فروری ۱۹۸۹ء سے ۲۸ ستمبر ۱۹۹۸ء تک یہاں تدریس کے فرائض سر انجام دیئے، اس کا تقرر نامہ نمبر ۹۰۳ مجریہ ۰۴ فروری ۱۹۸۹ء ناظم تعلیمات کالجز ملتان ہے۔ اس دوران ایم فل کی ڈگری مکمل کرنے پر دو اضافیاں ترقی ملیں، اس کا حکم نامہ نمبر ایس او (سی ای-۲) ۸۹-۸۱/۹۴ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۴ء سیکرٹری تعلیم پنجاب ہے۔ یکم دسمبر ۱۹۹۷ء

سے گریڈ ۱۷ سے گریڈ ۱۸ میں مووا وور (Move Over) کا استحقاق میسر آیا نوٹیفکیشن نمبر ۲۰۰۰/۲-۱۱ ایس او سی ای مجریہ ۲۱ فروری ۲۰۰۰ء از سیکرٹری تعلیم پنجاب (گریڈ ۱۸ ایس سلیکٹ ہو کر ترقی پانے کی خبر نوائے وقت میں ہفتہ ۲۲ اگست ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں شامل تھی)۔

ستمبر ۱۹۹۸ء میں ان کا تبادلہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سول لائنز ملتان میں ہوا، یہاں ۲۹ ستمبر ۱۹۹۸ء سے ۰۶ فروری ۱۹۹۹ء تک اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، تقررنامہ نمبر/ حکم نامہ نمبر ایس او(سی ای-۱)۱۸-۲۸/۹۸ مجریہ ۰۸ ستمبر ۱۹۹۸ء از دفتر سیکرٹری تعلیم پنجاب، و نمبر ۴۷-۲۲۳۶۸ مجریہ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۸ء از ڈی پی آئی پنجاب۔

اپنی ملازمت میں صرف ۶ ماہ گورنمنٹ گریجویشن کالج سول لائنز ملتان میں گزارے، اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ جب ڈاکٹر صاحب کالج میں گئے تو ایک میانہ صاحب پہلے سے ہی لیکچرار اردو تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی سیٹ پر کوئی اور اردو کا پروفیسر آئے، انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یا تو آپ یہاں پر رہیں یا پھر میں اپنا تبادلہ کروالیتا ہوں تو مجبوراً ڈاکٹر صاحب کو تبادلہ کروانا پڑا۔

اس طرح وہ پھر فروری ۱۹۹۹ء میں اپنا تبادلہ کروا کر یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان کیمپس میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے لئے آئے، تقررنامہ نمبر ۷۳-۱۰۷۴ مجریہ ۰۴ فروری ۱۹۹۹ء۔

۰۶ فروری ۱۹۹۹ء سے ۱۵ اگست ۲۰۰۶ء تک یہیں پر رہے، پھر ۱۶ اگست ۲۰۰۶ء سے اپنی ملازمت کو یونیورسٹی سے کالج سائیڈ پر منتقل کروا کر دوبارہ ولایت حسین ڈگری کالج ملتان میں آگئے، ۱۰ جنوری ۲۰۱۳ء تک یہیں پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۱ جنوری ۲۰۱۳ء سے گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان جو کہ اب یونیورسٹی کا درجہ پا چکا ہے، میں آئے۔

۱۱ اگست ۲۰۱۸ء کو گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان سے بحیثیت صدر شعبہ اردو ریٹائر ہوئے۔

ان کے مکالمے وادبی کالم مختلف رسالوں، اخبارات میں شائع ہوئے، ان کی شاعری حمد، نعت، نظمیں اور غزلیں بھی مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شاعری

حمد:

وہی مولا، وہی معبود ہے، ربِ علیٰ ہے	النخیل پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ۹۷- ۱۹۹۶ء مجلہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان، ص ۰۵۔

نعتیں:

سچے افکار سکھانے کے لئے آپؐ آئے	دلیل سحر مہتمم جابر علی سید، حسنین جعفری، حسین سحر گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان ص ۶۱
دل میں محمدؐ عربی کا خیال ہے	کارواں (نعت رسولؐ نمبر) مجلہ گورنمنٹ کالج جھنگ ۱۹۸۱ء مرتبہ محمد حیات سیال) ص ۴۱
نبیؐ کو ایسی محبت ہوئی مدینے سے	پاک جمہوریت لاہور شمارہ ۱۲، ۱۱ تا ۱۸ مارچ ۱۹۸۲ء ص ۱۹
آپؐ ہیں نور ازل حق کی جلا آپؐ سے ہے	مشمولہ مہکتے حرف (مرتبہ رضی الدین رضی) ملتان، پریس کلب جولائی ۱۹۹۷ء ص ۵۹
حسنین کا صدقہ ہے یہ مولا کی عطا ہے	ہم عصر ملتان جلد ۲ شمارہ ۷ جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء ص ۲
سرکار کی چوکھٹ پے جو خم اپنی جبیں ہے	مشمولہ درود انؐ پر (مرتبہ علی رضا) لاہور، تمثال پبلیکیشنز اول جولائی ۱۹۹۹ء
" " " "	رنگ سحر ملتان جلد ۵ شمارہ ۸ بابت ماہ اگست ۱۹۹۵ءِ ص ۳۵

مخزنِ وحیِ الٰہیٰ سینہء خیر البشر	نوائے وقت ملتان	۲۲ مئی ۲۰۰۲ء
لمحہ لمحہ لب جو پڑھتے ہیں وظیفہ آپؐ کا	اوصاف ملتا نجمعرات ۵ دسمبر ۲۰۰۲ء	

مری پلکوں پہ ہے مدحت کی شبنم یارسول اللہؐ مشمولہ "حبیبی یارسول اللہؐ" (مرتبہ عزیز الدین خاکی)

" " " " "	کراچی، تنظیم استحکام نعت اول ۱۹۹۹ء
" " " "	جنگ ملتان (۱۶ دسمبر ۲۰۰۲ء)، حیرت ملتان ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
جب لباسِ بشر میں یہاں آئے پیغمبر محترم	خبریں ملتان جمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
" " " "	نیادور ملتا نجمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
آپؐ سے فانوس روشن ہے مرے افکار کا	نوائے وقت ملتا نجمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
حق نے کرم کیا ہے سرکارؐ کی بدولت	بساط ملتان جمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سہرا:

رخ پہ نوشاہ کے ہے رشکِ گلِ تر سہرا	منظرِ بہار (مرتبہ ہلال جعفری) فروری ۱۹۷۸ء، الخطاط ملتان ص ۳۹

سلام:

کنبہ نبیؐ کا دشت میں پیاسا ہے آج بھی	نوائے وقت ملتان، ۰۷ مئی ۱۹۹۸ء، ص ۱۵
ربط یوں رکھئے غمِ سید ابرار کے ساتھ	نوائے وقت ملتان، ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء

سلام ان کربلا کے ان بے کس و تنہا شہیدوں پر — اخبارِ ملت ملتان جمعرات ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۲ءِ ۱۰ محرم ۱۴۰۳ھ

نوحہ:

گھبرا کے دیکھتی ہے صغریٰ وطن میں چاند — ذبیح فرات ملتان (حماد اہلبیتؑ نمبر) ۱۴۱۷ھ، ص ۳۴

نظمیں:

نشانِ حریت — دلیل سحر ۱۹۷۷ء، ادارہ: جابر علی سید، حسنین جعفری، فاروق عثمان، حسین سحر گورنمنٹ کالج ملتان سول لائنز ملتان، ص ۰۵

محسنِ انسانیت — نوائے وقت ملتان (قرطاس ادب، انچارج فہیم اصغر) پیر ۲۶ نومبر ۱۹۷۹ء، ۰۵ محرم ۱۴۰۰ھ

صرف اس کو دیکھو (بن جانسن سے آزاد اردو ترجمہ) ادراک نمبر ۱۰ ملتان

صبحِ وطن — دلیل سحر ۱۹۷۷ء، مدیر و مہتمم جابر علی سید، سرپرست حسنین جعفری، نگران فاروق عثمان، حسین سحر گورنمنٹ کالج ملتان سول لائنز ملتان ص ۰۵

اصلِ دوستی (جلال الدین رومی سے آزاد اردو ترجمہ)	ماہ نو لاہور اپریل ۱۹۸۲ء
پاکستانی بچوں کا گیت (بچے بچے کے ہونٹوں پر ایک ترانہ جاری ہے)	پاک جمہوریت لاہور جلد ۲۳ شمارہ ۳۹ (۲۳ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۸۲ء)
روحِ قائدِ اعظمؒ سے (ہمیں شعور کی معراج بخشنے والے)	آفتاب ملتان اتوار ۲۶ دسمبر ۱۹۸۲ء، ۰۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ
خوشبو (جیسے درویشوں میں آوازِ ہو سچ ہے)	سنگ میل ملتان جمعرات ۲۷ جنوری ۱۹۸۳ء ۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ
آہ حزیں صدیقی (وہ تو مجھے بھی زندہ و جاوید کر گیا)	کلیم ملتان (حزین ایڈیشن) مرقع نمبر ۳۷ جلد ۰۸ شمارہ ۲۴ تا ۳۰ جون ۱۹۹۶ء
" " " " "	صحافت ملتان، ۰۹ نومبر ۱۹۹۸ء، ص ۰۲
تو زندہ ہے اے دیس	"النخیل" (پاکستان گولڈن جوبلی نمبر) ۹۷-۱۹۹۶ء مجلہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان ص ۱۰۳،
مشرق کا بلند ستارہ (مشرق کے لئے کہکشاں شاعرِ مشرقؒ)	وحدت اسلامی اسلام آباد شمارہ ۱۵۳، ۱۵ مارچ اپریل ۱۹۹۸ء، ص ۲۲
تکبیر کا، تکبیر کا، تکبیر کا دن ہے	خبریں ملتان ۲۶ مئی ۱۹۹۹ء ص ۱۱

ڈاکٹر سلیم اختر ادب کے تسلسل میں	شام و سحر لاہور (ادبی جائزہ نمبر) جلد ۲۵ شمارہ ۰۵ بابت مئی ۲۰۱۱، ص ۳۶،۳۵
سچ کی خاطر	ایجو کیشن کارنر لاہور جلد ۰۵ شمارہ ۰۲ بابت ماہ اکتوبر ۲۰۰۱ء ۱۴۲۱ھ ص ۰۴
نقش گرِ لفظ و بیاں (مقبول ہے بے حد و گماں شاعرِ شرقؒ)	دلیل سحر گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان (اقبال نمبر) شمارہ ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸
یہ قائد اعظمؒ کی امیدوں کا ستارا	نوائے وقت ملتان، ۰۷ اگست ۲۰۰۲ء
مِہرِ منور	خبریں ملتان بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء، ۲۰ شوال ۱۴۲۳ھ
افکارِ دائم	نیا دور ملتان بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء ۲۰، شوال ۱۴۲۳ھ
آہنی چٹان	بساط ملتان بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء ۲۰، شوال ۱۴۲۳ھ
جراتِ بے باک	سنگِ میل ملتان بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء ۲۰، شوال ۱۴۲۳ھ

غزلیں:

سگریٹ کے مرغولوں میں پنہاں تحریریں ایسی ہیں	نوائے وقت ملتان پیر ۱۹ نومبر ۱۹۷۹ء، ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ
لاکھ ڈھونڈے سے کہیں بھی جو نہ پائی خوشبو	نوائے ملتان، پیر ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء، ۰۴ صفر ۱۴۰۰ھ سائبان ملتان (ص ن) ص ۳۴
آندھیوں سے شجر سب اکھڑ جائیں گے	دلیلِ سحر گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان (۸۰-۱۹۷۹ء) ص ۷۱
" " " "	اہلِ قلم ۰۳ ملتان (مرتبہ حسین سحر مقبول احمد) منزل آرٹ پریس، دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۰۰
ہر انجمن میں دھوم ترے بانکپن کی تھی	آداب عرض لاہور ۱۹۸۰ء
لفظوں میں ڈھل گئے ہیں جذبات کے شرارے	امروز لاہور جولائی ۱۹۸۰ء محفلِ لاہور اپریل ۱۹۸۲ء
جب بھی شاخ سے ٹوٹا پھول	نوائے وقت لاہور جولائی ۱۹۸۰ء
مغموم سے انداز میں کہتی ہے ہوا کیا	تخلیق لاہور ستمبر ۱۹۸۰ا، صباح گورنمنٹ کالج اسلامیہ کالج خانیوال جون ۱۹۸۸ء، ص ۰۲
اڑ گئے سوچوں کے پنچھی خالی رہ گیا	محفل لاہور سال ۰۶ شمارہ ۰۶ بابت جون ۱۹۸۰ء (مدیر طفیل ہوشیارپوری) ص ۲۶، کاروانِ ادب

	کبیر والا (جشن یوم پاکستان نمبر) ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء
	"النخیل" ۱۹۹۴-۹۵ء مجلہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان، ص ۷۵
اب خود ہی بتا کس طرح تجھ سے میں نبا ہوں	نئی قدریں حیدر آباد، شمارہ ۹،۸، ۱۹۸۲ء
سفر دن بھر کا طے کر کے تھکن سے چور تھا سورج	تخلیق لاہور ۱۳ / شمارہ ۲، ۱ جنوری ۱۹۸۲ء ص ۵۷
منظر جو ہیں دل میں ٹھہرے ٹھہرے	اہلِ قلم ۰۲ ملتان (مرتبہ حسین سحر ، مقبول احمد) منزل آرٹ پریس، اپریل ۱۹۸۲ء ص ۱۸۴
اب کے جو سنی کسی سے ہم نے، پہلے سنی ہوئی کہانی	فنون مدیر احمد ندیم قاسمی شمارہ ۱۸ جولائی اگست ۱۹۸۲ء، ص ۲۲۵، مشاعرہ (مطبوعہ) بسلسلہ یوم اقبال ۲۱ اپریل / ۱۹۸۲ء، کبیر والا،
کیا بیتی آسمان کی منور زمین پر	جنگ لاہور ۲۶ اگست ۱۹۸۲ء
کچھ اس طرح بھی کئی ادیبوں کی مشکل آسان کر گیا وہ (نذرِ ناصر)	اوراق لاہور نومبر ، دسمبر ۱۹۸۲، ص ۲۶۳، آفتاب ملتان منگل ۳۱ اگست ۱۹۸۲ء ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

سفر اندھے سفر کی شام ہے اور ژالہ باری ہے	اردو اکادمی ملتان کے تنقیدی اجلاس منعقدہ ۲۷ جولائی ۱۹۸۳ء کو تنقید کے لئے پیش کی گئی۔
تکتی رہ نہ جائے ماں جانب در شام کے بعد	ادراک خان پور (جدید ادب نمبر) مرتبہ حیدر قریشی، فرحت نواز مارچ ۱۹۸۳ء ص ۱۰۸
آنکھوں میں تو رتجگے بسے ہیں	معاصر (۲) لاہور مدیر عطاء الحق قاسمی اگست ۱۹۸۳ء، ص ۸۳۳
اس طرح آپ چپ رہا نہ کریں	اہل قلم ۰۵ ملتان، مرتبہ حسین سحر، مقبول احمد اگست ۱۹۸۴ء، ص ۹۸
چلے گئے ہیں ہتھیلی پہ اپنی جان لئے	جنگ کوئٹہ اتوار ۱۳ جوالائی ۱۹۸۶ء، زلال (۱۹۹۵-۹۶) زکریا یونیورسٹی ملتان، ص ۱۶۸
پڑھا نزدیک سے چہرہ چہرہ	کلیم ملتان مرقع نمبر ۶۸ جلد ۰۶ شمارہ ۴۸ دسمبر ۱۹۹۴ء جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۳۹
آنکھ سے ہے دور دل سے نہیں	اردو اکادمی ملتان تنقیدی اجلاس منعقدہ ۱۹۹۶ء کو تنقیدی پیش کی گئی
لوح جبیں کو یوں بھی سنوارا کرے کوئی	مسلک (۱۹۹۸ء) غالب نمبر، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان، ص ۱۲۶

حدِ وفا سے جفا کی سرحد میں آ گیا ہے	مسلک (۱۹۹۹ء) خواجہ فرید نمبر گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان، ص ۲۷۳
جو تم چاہو تو پھر تجدیدِ پیماں ہو بھی سکتی ہے	خبر نامہ (سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۰) ستمبر ۲۰۰۱ء، ثانوی و اعلیٰ تعلیم بورڈ آف ملتان ص ۶۵
خامشی مثبت حوالہ ہے لبِ تنقید کا	دلیلِ سحر گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان شمارہ ۲۰۰۲ء، ص ۴۵
اتھ کیا ڈساواں کیا کیا ڈھولن عذاب تھی گئے	نوائے سنگت ملتان اگست ۲۰۰۲ء
بساط وقت پہ طرفہ نہاد مہرہ ہوں	اوصافملتا نپیر ۲۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۴ شعبان ۱۴۲۳ھ
لٹ گئے دین وایماں ترے شہر میں	نوائے وقت ملتان ۲۴ جولائی ۲۰۰۲ء

شوذب کاظمی کی نظم "تکبیر کا تکبیر کا تکبیر کا دن ہے" ایوارڈ یافتہ ہے۔ یہ نظم خبریں ملتان میں ۲۶ مئی ۱۹۹۹ کو ص نمبر ۱۱ پہ شائع ہوئی۔

یومِ تکبیر کے حوالے سے لکھی گئ نظموں پر PTV پی۔ٹی۔وی ایوارڈ میں ۲۵۰۰۰ روپے شوذبؔ کاظمی کو انعام کے طور پہ دیے گئے اور یہ خبر جنگ آمد لاہور اور احساسِ نو لاہور میں جولائی ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔

مختلف رسالوں کی ادارت کا شرف بھی ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کو حاصل ہے۔

"زلال" رسالہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی سے شائع ہوتا ہے، ۱۹۸۴ء میں اس رسالے کی ادارت ڈاکٹر صاحب نے کی۔

"اصباح" گورنمنٹ اسلامیہ کالج خانیوال سے یہ رسالہ شائع ہوتا تھا، جون ۱۹۸۸ء شوال ۱۴۰۸ھ میں اس رسالے کی ادارت کی۔

"مسلک" مجلہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان سے شائع ہوتا تھا، اس کی ادارت ۱۹۹۷-۹۸ء میں کی۔

مسلک (خواجہ فرید نمبر) گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان سے شائع ہوتا تھا، ۱۹۹۹ء میں اس کے مدیر رہے۔

۲۰۰۰ء میں اسی کالج سے نکلنے والے "مسلک" (غالب نمبر) رسالے کے مدیر رہے۔

" النخیل" (چالیس سالہ انتخاب نمبر) ۱۹۹۳-۹۴ء مجلہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان کے مدیر رہے۔

"النخیل" (پاکستان گولڈن جوبلی نمبر) ۱۹۹۶-۹۷ء۔

"النخیل" (فرزندِ ملتان نمبر ورکن لائبریری خریداری کتب) ۱۹۹۸ء میں اس کی ادارت کی۔

اس کے علاوہ نوائے ملتان میں ادبی صفحے بھی ترتیب دیتے تھے۔

ڈاکٹر شوذب کاظمی کی تصنیفات و تالیفات درج ذیل ہیں:

1- رموزِ شاعری (تدریسی مباحث) ۱۹۹۳ء، فرحان زیب پبلیشر ملتان ۱۰۲/ صفحات

2- خزینہء ادب (تدریسی مباحث) ۱۹۹۵ء، آئیڈیل پبلیشرز ملتان

3- کلیدِ گلزارِ ادب (تدریسی مباحث) ۱۹۹۵ء، فرحان زیب پبلیشرز ملتان ۵۶/ صفحات

4- حرفِ ابد (تالیفِ کلیاتِ حزیں صدیقی بہ اشتراک ایاز صدیقی)، ۱۹۹۶ء بزم ضیائے ادب ملتان۔

5- نقش دوام (مجموعہ اول) (مجموعہ شاعری) دسمبر ۱۹۹۷ء استعارہ اسلام آباد مطبع الدانش پرنٹرز ۱۶۲/ صفحات

6- بحضورِ قائد اعظم (مجموعہ دوم) (قومی نظمیں) اکتوبر ۲۰۰۱ء بزم تخلیق ادب پاکستان شہر قائد ۱۷۶/ صفحات

7- ہر لفظ کے لب پر صَلِ علیٰ (مجموعہ نعت) جنوری ۲۰۰۴ء بزمِ حزیں صدیقی ملتان، مطبع صمد رزاقی پرنٹرز ملتان ۱۸۵/ صفحات

8- پاکستانی ادب کے معمار (ڈاکٹر عاصی کرنالی شخصیت اور فن) اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد

9- ملتان عہد آفریں (تاریخ) غیر مطبوعہ

تحقیقات:

10- عرش صدیقی شخصیت اور فن (تحقیقی مقالہ برائے ایم-اے اردو) بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ۱۹۹۸۴ء نگرانِ کار: ڈاکٹر انوار احمد

11- انوار انجم احوال و آثار (تحقیقی مقالہ برائے ایم-فل اردو) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۱۹۹۲ء، نگران کار: ڈاکٹر انوار احمد

12- ڈاکٹر عرش صدیقی حیات اور علمی و ادبی خدمات (مقالہ برائے پی-ایچ-ڈی اردو) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۲۰۰۲ء

نگران کار: ڈاکٹر روبینہ ترین

13- ضمیرِ حیات (علامہ ضمیر اختر نقوی) (ترتیب و تدوین)

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۲۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۳۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۴۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۵۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۶۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۷۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۸- ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۹۔ عذرا بتول کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۱۰۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۱۱۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

باب دوم

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شاعری کا فکری جائزہ

کسی بھی شاعر کی شاعری کا فکری جائزہ لینے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ وہ کیوں لکھ رہا ہے؟ کس لئے لکھ رہا ہے؟ آیا وہ آزاد خیال ہے؟ یا وہ تعصب کی نگاہ سے کسی چیز کو دیکھ کر اپنی رائے قائم کر رہا ہے؟ آیا وہ اپنے سیاسی، سماجی، معاشرتی حالات کو مد نظر رکھ رہا ہے یا وہ وطن پرستی یا مذہب پسندی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شاعری الفاظ، خیالات، احساسات، جذبات، افکار اور تخلیقات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کی شان و شوکت دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان کا کلام آفاقیت، جدت، فکر و خیال، فلسفے اور شوخی و ظرافت کا عدیم المثال کا نمونہ ہے۔ ان کو تشبیہ و استعارہ کا امام کہا جائے تو بے جا نا ہو گا۔ وہ تراکیب میں بھی ندرت رکھتے ہیں۔ کلامِ شوذبؔ کاظمی کو پرکھنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ عصرِ حاضر کی شاعری پر بھی گہرے اثرات رکھتے ہیں۔ ان کا کلام آفاقی اور فکر و فن کے تمام رنگوں سے سجا ہوا ہے۔

شوذبؔ کاظمی کی فکر کا اندازا ان کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ شاعری کو بچوں کا کھیل نہیں سمجھتے بلکہ ان کی نظر میں شاعری شعور سے ہے۔

؎ بنام شعر نہ ابہام کی کرو تبلیغ
یہ بات یاد رکھو شاعری شعور سے ہے۔

(۱)

ان کا یہ شعر یہ بات واضح کر رہا ہے کہ شاعری کا تعلق عقل و شعور سے ہے اور عقل ایسا کوئی بھی کام نہیں کرتی جس کا کوئی مقصد نہ ہو۔ اگر آپ شاعری کر رہے ہیں تو آپ کے ہر شعر کے پیچھے ایک مقصد نظر آنا چاہیے۔ آپ کا شعر آپ کی فکر کو ظاہر کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود کہتے ہیں۔

"میں نے شاعری کی مگر بے مقصد یا گھٹیا نہیں کی۔ شاعری شعور سے ہے اور شعور کوئی بھی بے مقصد کام نہیں کرتا"(۲)

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی غزلوں کی بات کریں تو شوذبؔ کاظمی کی غزل روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج لئے ہوئے ہے اور ان کے انفرادی رنگ کی نظیر ہے۔

اردو ادب میں غزل کی روایت اتنی مضبوط ہے کہ اس کی مثال کسی دوسری صنف ادب میں نہیں ملتی لیکن حیرت کی بات ہے کہ غزل اپنی قدامت کے باوجود ابھی تک تر و تازگی کے عنصر سے خالی نہیں ہوئی حالانکہ بہت سی اصناف سخن میں اب کوئی دم نہیں رہا اور نہ کوئی ان میں دلچسپی کا اظہار کرتا ہے لیکن ان کے برعکس غزل ابھی ایک شباب و شراب کی کیفیت اپنے اندر برقرار رکھے ہوئے ہے اور اسکی دلکشی وقت کے ساتھ ساتھ کم نہیں ہوئی بلکہ بڑھتی رہی ہے۔ قدیم غزل اور جدید غزل کے مزاجوں میں فرق ضرور آیا ہے کہ حیات ابھی ایک جگہ ٹھہری نہیں رہتی بلکہ رواں دواں رہتی ہے اور نت نئے تجربوں کو اپنے دامن میں جگہ دیتی ہوئی آگے بڑھتی رہتی ہے یہی صورتِ حال غزل کے ساتھ ہے جس نے ہر عہد کے انسانی تجربوں اور جذبوں کو اظہار کی زبان دی ہے جوں جوں انسانی شعور کا دھارا آگے بڑھتا گیا توں توں اردو غزل وسعت حاصل کر کے اپنی فنی توانائی کا ثبوت فراہم کرتی گئی۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ غزل کی حیات کا یہ تسلسل اور ارتقائی عمل صرف اردو اور فارسی زبان ہی میں جاری و ساری رہا۔ باقی زبانوں میں یہ صورت نہ ہونے کے برابر ہے یہاں تک کہ ترکی زبان میں بھی غزلیہ شاعری اب معدوم ہوتی جارہی ہے دراصل اردو اور فارسی غزل دونوں معاشروں کے مشرقی مزاج اور انکے اجتماعی و تخلیقی شعور و لاشعور کا ایک ذوقی حصہ بن کر رہی ہے یہی وجہ ہے کہ دونوں معاشروں میں اس کی پذیرائی ہر دور میں ہوتی رہی۔ اس حقیقت کے باوصف کہ غزل کی ہیئت میں کوئی واضح فرق نہیں آیا۔ اس کی فنی شکل و صورت آج بھی ویسی ہے جیسی انیسویں صدی میں تھی اور بنظرِ غور دیکھا جائے تو اس کے ڈکشن اور مزاج میں بھی کوئی نمایاں فرق نہیں آیا جس سے اس کی مقبولیت کم نہیں ہوئی اور اس کا سبب یہ ہے کہ غزل کے قوام میں ہر دور کے مزاج کو جذب کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود رہی ہے۔ غزل نے ہر دور کے انسانی واردات

اور حیات کے جذباتی تجربات کا اظہار اپنی مدھم آواز میں کیا ہے لیکن اس کو اپنی ہمہ گیر مقبولیت اور ہر دلعزیز کا نقصان بھی ہوا اور وہ اس طرح ہر بوالہوس نے غزل کے ساتھ عشق پرستی شعار کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ غزل رسوا بھی ہوئی اور ناقدینِ فن کی تنقید و تنقیص کا نشانہ بھی بنی۔ اسکی اس رسوائی کا باعث وہ بوالہوس ہے جو محض اس کے حسین وجود اور پیکر سے شغف اور دلچسپی کے باعث اس جہت میں طبع آزمائی کرتے رہے لیکن اسکی روح کو دریافت یا مسخر نہ کر سکے۔ ان لوگوں میں نہ تو غزل کے مزاج کا رچاؤ موجود تھا اور نہ ہی وہ واردات قلبی کی اس آزمائش سے گزر سکے جو غزل میں انفرادیت کا رنگ پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے چناچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر بوالہوس نے غزل کو مشقِ ستم کا نشانہ بنایا اور اس کی بے آبروئی کا سامان فراہم کیا لیکن بعض عشق پیشہ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے غزل کی آبرو کو نہ صرف یہ کہ بٹہ لگایا بلکہ اسکی نیک کنامی اور ہر دلعزیزی میں اضافے کا باعث بنے خواہ اس کے لئے انہیں اپنا خون جگر کرنا پڑا۔ پروفیسر راضیہ بتول جعفری کہتی ہیں۔

> "شوذبؔ کاظمی کا شمار بھی غزل کے ایسے ہی صادق عشاق میں ہوتا ہے جنھوں نے غزل کی آبرو قائم رکھی۔ اپنے انفرادی تجربات اور فن شور کے حسین امتزاج سے غزل کا دلکش پیکر تراشا اور اس پیکر میں اپنے خون جگر کی نمود پیدا کی "(۳)

شوذبؔ کی حساسیت کی وسعت کا اندازہ لگایئے کہ انھوں نے ایک کھوئے ہوئے پل کو صدیوں بھٹکتے رہنے کا جواز بنایا ہے ایک پل انسانی زندگی کا کتنا قیمتی سرمایہ ہے بلکہ اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے جس کے حصول کے لئے صدیوں کا سفر درپیش ہے۔ شوذبؔ نے اس ایک پل کی اہمیت کا احساس جتایا ہے اور بڑے ڈرامائی انداز میں۔

ؔ اس کو پانے کے لئے صدیوں بھٹکنا ہے مجھے
ہاں میری پہچان ہے وہ ایک پل کھویا ہوا

(نقشِ دوام)

پہلے مصرعے میں ایک ڈرامائی صورتِ حال ہے کسی کو پانے کے لئے صدیوں بھٹکنا مقدر بن گیا ہے؟ اس کے جواب میں بہت سی باتیں کہی جاسکتی تھیں۔ شاید یہ محبوب کو کھو دینے کی سزا ہو؛ یا پھر کسی ذاتی مفاد کو کھو دینے کی سزا ہے لیکن شاعر نے ان معمولی باتوں سے بلند ہو کر اس کھوئے پل کو اپنی پہچان کا دکھ بتایا ہے۔ کھویا ہوا ایک پل پوری شناخت کا حوالہ بن سکتا تھا اپنی شناخت اور اپنی پہچان کا گم ہو جانا ہی تو سامنے کا حوالہ ہے یہ المیہ آج کے ہر انسان کو درپیش ہے گلوبل ولیج کمپیوٹر اور کلوننگ کے اس پیچیدہ دور میں انسانی شناخت کا مسئلہ ہی تو پریشان کن صورتِ حال پیدا کر رہا ہے۔ فرد اور اسکے ذہن کی اہمیت کتنی رہ گئی ہے؟ کمپیوٹر کو ذہن مل رہا ہے، کمپیوٹر اور کلوننگ کی دریافت نے نہ صرف اجتماعی لاشعور کو بلکہ فرد کی فردیت کو بھی کرائسس میں مبتلا کر دیا ہے۔

لیکن آج کے اس پیچیدہ دور میں انسان کے لئے بینا ہونا ضروری ہے کہ معاشرتی پیچیدگیوں، نئی نئی دریافتوں نے انسانی ذہنوں کو بحران کا شکار کر دیا ہے۔ اس پیچ دار زندگی میں بینا ہونے کے لئے سچ کی پہچان ضروری ہے۔ شوذبؔ کاظمی کے نزدیک جس طرح شاخ سے ٹوٹے ہوئے پھول میں خوشبو کا ہونا ممکن نہیں اس طرح سچ کی پہچان نہ رکھنے والا انسان بھی اندھا ہی ہو سکتا ہے آنکھوں والا نہیں۔

؎ شاخ سے ٹوٹے ہوئے پھول میں عنقا ہے مہک
جو نہ سچ دیکھ سکا کیسا وہ بینا ہوگا

(نقشِ دوام)

اور جب حرف آگہی دل پر آئینہ ہو جاتا ہے تو ہر تجلی اور ایک منظر سے بے نیازی کا آغاز ہو جاتا ہے اور یہ بے نیازی مسلکِ تصوف کی دین ہے اس بے نیازی میں نیاز بھی ہے اور معرفت کا رنگ بھی۔

؎ ہر تجلی سے ہر اک منظر سے ہوں روٹھا ہوا
جب سے حرف آگہی اس دل پہ آئینہ ہوا

(نقشِ دوام)

شوذبؔ کے سامنے خودی کے عرفان، دل بینا کی خواہش اور حرف آگہی تمنا کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل اور بوالعجبیوں کا ایک وسیع و عریض سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ جب وہ اندر کی دنیا سے نظر اٹھاتا ہے تو باہر کی دنیا اپنی تمام تر الجھنوں اور مشکلوں کے ساتھ اس کے سامنے بکھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ منافقت، لہجوں میں تلخی، تعلقات میں تناؤ، تفرقہ بازی، فقہائے شہر کا ستم وجور اور اسکی بدولت معاشرے میں ہونے والی قتل وغارت گری، مفلسی کا قہر، امیر و غریب کا فرق، لوگوں میں پھیلی ہوئی بے حسی اور اس کے سبب تنہائی کا احساس، ان کے دکھ درد اور مصائب و آلام ۔۔۔۔ یہ سب شوذبؔ کی غزل کے عام موضوعات ہیں۔ ذرا یہی موضوعات شعروں کے حوالے سے دیکھئے۔

؎ لہجے سے چھلکتی ہے جو اک زہر کی تلخی
دیتی نہیں وہ نیت قاتل کا پتہ کیا

(نقشِ دوام)

؎ آنسو گئے چراغ بجھے روشنی گئی
اب کیا رہا ہے گھر میں دل خانماں خراب

(نقشِ دوام)

؎ ہم آپ تماشا ہیں ہم آپ تماشائی
تنہائی کا اترا ہے یہ کیسا عذاب آخر

(نقشِ دوام)

؎ اس شہر بے حسی میں وفا کا ثمر کہاں
اگتی ہے فصل کب کوئی بنجر زمین پر

ے جو ہم سب ایک ہیں اپنا قبیلہ ایک ہے یارو
تو یہ فصل من و تو پھر دلوں کے درمیاں کیوں ہو

(نقشِ دوام)

ہمارے ملک میں مذہبی جنوں جو شدت اختیار کرچکا ہے اور مذہبی رہنماؤں نے فرقہ پرستی، تعصب اور انسانی دشمنی کا جو چلن اپنا رکھا ہے اسکا نتیجہ آج ہم سب دیکھ رہے ہیں اور بھگت رہے ہیں۔ مذہب میں انتہا پسندی اور دوسرے مسلک والوں کے خلاف زہر فشانی کا نتیجہ روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے خون آشام واقعات ہیں۔ معصوم لوگوں کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور کتنے گھر اجڑ جاتے ہیں اس کے باوجود ان جنونیوں میں انتقام کی آگ ٹھنڈی ہونے میں نہیں آرہی۔ بموں کے دھماکے اور کلاشن کوپ کا استعمال ہمارے معاشرے میں عام ہورہا ہے۔ لوگوں کا تحفظ، سکون اور امن سب تباہ ہوچکا ہے، شوذبؔ کو اس کا شدت سے احساس ہے لیکن وہ تلخ لہجے میں نہیں شکایت کے لہجے میں اس کا اظہار کرتا ہے کیونکہ غزل کے پیکر کا تقاضہ یہی ہے۔

ے گر یہی عالم رہا لوگو فقیہِ شہر کا
کوچہ کوچہ مقتلِ اہلِ وفا ہوجائے گا

(نقشِ دوام)

ے ہر طرف سے بلا کا خدشہ ہے
ہر طرف کا پتہ رکھو شوذبؔ

(نقشِ دوام)

؎ یوں اجاڑا کہ نہ چھوڑا کہیں گلشن کا نشاں
روح نکلی تو کبھی ہاتھ نہ آئی خو شبو

(نقشِ دوام)

؎ شہر والو کھڑکیوں کو بند ہی رکھنا کہ آج
ایک طوفاں آرہا ہے خاک اڑانے کے لئے

(نقشِ دوام)

شوذبؔ خوب صورت بصری امیجری کے پس منظر میں بھی ایسے ہی خدشات کا اظہار کرتا ہے جنہوں نے ہماری معاشرتی زندگی کو زہر آلود اور خوف ناک بنا دیا ہے۔

؎ گھیرے رکھتا ہے پرندے کو یہ ڈر شام کے بعد
گم نہ ہوجائیں اندھیرے میں شجر شام کے بعد

(نقشِ دوام)

؎ تکتی رہ جائے نہ ماں جانب در شام کے بعد
گھر میں رہتا ہوں اسی واسطے ہر شام کے بعد

(نقشِ دوام)

؎ اوس کی برفیلی باتوں سے شجر کی گود میں
صبح تک بلبل کا بچہ برف سا ہوجائے گا

معاشرے میں ایک طرف جہاں انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کو دیئے جانے والے دکھ ہیں وہاں دوسری طرف فطرت کی ستم ظرفیاں بھی جاری ہیں اور ان ستم ظریفیوں کا شکار زیادہ تر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ شوذبؔ اپنے اس مشاہدے اور احساس کو شعر کے روپ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ے الٰہی ہر مصیبت مفلسوں کے گھر ہی کیوں اترے
انہیں کے آشیاں پر بارشِ برقِ تپاں کیوں ہو

ے زد میں غریبوں کے گھروندے بھی ہیں
ان کا بھی کچھ دھیان رکھو پانیو

خوف سے طاری ہے سراسیمگی
بہر خدا رحم کرو پانیو

ے کونجوں کے بچھڑنے کا سچا ہوا خواب آخر
بستی کی خبر لینے آ پہنچا چناب آخر

لیکن ان تمام رکاوٹوں اور مشکلوں کے احساس کے ساتھ ساتھ شوذبؔ کاظمی عزمِ سفر کا خیال دل سے نکلنے نہیں دیتے انہیں اپنے جذبوں پر یقینِ کامل ہے۔

؎ رستے کے حادثے مری کیا راہ روکتے
ہر گام پر تصور منزل تھا ہم رکاب

؎ گو راہ کی دیوار ہے یہ باد مخالف
پرواز کا جذبہ تو عقابوں میں رہے گا

؎ اگر جذبہ ہے کامل تجھ کو منزل خود پکارے گی
تو سورج ہے سفر تیرا رہینِ رہبراں کیوں ہو

غزل کا جو روایتی رنگ ہے یا اس کی لطافت کا جو تقاضا ہے شوذبؔ اس سے بھی صَرفِ نظر نہیں کرتے۔ وہ خود غزل کی روایت میں رچا ہوا شاعر ہے۔ اس کا اثر شناس بھی ہے اور اس کو تاثیر سے مزین کرنا بھی جانتا ہے کہ اس کی تمام تر لطافتوں اور باریک بینیوں سے واقف اور آگاہ ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے آپ کو اردو غزل کا پورا رچاؤ اور سمٹاؤ ان میں نظر آئے گا۔

؎ جس کو ڈھونڈا کئے صحرا صحرا
وہ نظر میں رہا لمحہ لمحہ
پڑھا نزدیک سے چہرہ چہرہ
نظر آئے سبھی تنہا تنہا

آج کیا بات ہے اے جان بہار
پھول سا چہرہ ہے اترا اترا
جانے اس راہ میں کیا ہے تاثیر
ہر قدم پڑتا ہے بہکا بہکا
(نقشِ دوام)

"رکھو شوذبؔ" کی ردیف مقرر کرکے شوذبؔ نے کیا خوب صورت شعر نکالے ہیں۔

شعر کا سلسلہ رکھو شوذبؔ
لفظ کا چاند نا رکھو شوذبؔ
جانے وہ کب پلٹ کے آ جائے
ایک تو در کھلا رکھو شوذبؔ
وقت پھر لوٹ کر نہیں آتا
چند لمحے بچا رکھو شوذبؔ
ہر طرف سے بلا کا خدشہ ہے
ہر طرف کا پتہ رکھو شوذبؔ

اس طرح تغزل کا بھرپور رنگ شوذبؔ کے یہاں موجود ہے۔ شوذبؔ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

وہ بھی اب بے قرار رہتے ہیں
حال ادھر بھی ہے اب اِدھر ک طرح
بند ہیں مجھ پہ شہر کی گلیاں
ہر دریچہ ہے تیرے در کی طرح
کا ش وہ دور پھر پلٹ آئے
سب قبیلے ہوں ایک گھر کی طرح
راہزن کی طرح نہ پیش آؤ
راہ دکھلاؤ راہبر کی طرح

(نقشِ دوام)

کل اچانک جو وہ بچھڑا تو یہ سوچا میں نے
صبح کیا ہوگی اب اس خاک بسر شام کے بعد

(نقشِ دوام)

مانوس ہوگیا ہوں شب غم سے اس قدر
دل بجھ گیا ہے صبح کے آثار دیکھ کر
میں تو سمجھ رہا تھا چمن کا ہے رنگ ایک
حیراں ہوں تضادِ گل و خار دیکھ کر

(نقشِ دوام)

غزل میں تمثال آفرینی کا اہتمام موجودہ دور میں غزل کی منفرد شناخت کا ایک اہم عنصر ہے۔ اگرچہ اس کے عمدہ نمونے تمام قدیم شاعروں اور کلاسیکل دور میں بھی ملتے ہیں تاہم دور جدید میں تجربات کی وسعت کے سبب امیجری زیادی خوشگوار تاثیر پیدا کرتی ہے۔ شوذبؔ کے یہاں خوبصورت تمثالوں کے نمونے وافر ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔

؎ اوس کی برفیلی باتوں سے شجر کی گود میں
صبح تک بلبل کا بچہ برف سا ہوجائے گا

؎ اک عجب منظر تھا اتنا یاد ہے شوذبؔ مجھے
اک نشیمن شاخ کے ہاتھوں میں خالی رہ گیا

؎ جب ہر اک جانب بہاروں کے ترانے عام ہیں
پھر سر گلزار ہر غنچہ ہے کیوں سہا ہوا

؎ گھیرے رکھتا ہے پرندوں کو یہ ڈر شام کے بعد
گم نہ ہو جائیں اندھیرے میں شجر شام کے بعد

؎ کل تک خبر جو لاتے رہے آسمان کی
بکھرے پڑے ہیں آج وہی پر زمین پر

شوذبؔ میں وطن کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس جذبے کا اظہار ان کی غزلوں میں بھی ہوتا ہے اور نظموں میں بھی ہوتا ہے۔ غزل کے چند اشعار دیکھئے

؎ ہے جرم اگر دیس کی مٹی سے محبت
یہ جرم سدا میرے حسابوں میں رہے گا

؎ میرا وطن ہی میرے لئے خلد زار ہے
موت آئے کاش مجھ کو اسی سرزمین

؎ اپنا گلشن بھی گلابوں سے معطر ہے بہت
پھر بھی ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں پرائی خوشبو

شوذبؔ کاظمی کی نظموں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی فکر کس حد تک معرفت کی بلندیوں تک جاتی نظر آتی ہے۔ ان کے دل میں خدا، رسول اور اہل بیتؑ سے اور وطن سے جو محبت ہے وہ معرفت سے لبریز ہے۔ ان کا ایک شعر حمد کے حوالے سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی خدا سے معرفت کس قدر ہے۔

وہی مولا، وہ معبود ہے، ربِ علیؑ ہے

ارادے ٹوٹنے سے جس کو پہچانا، خدا ہے

اس شعر کی گہرائی تک جائیں تو شوذبؔ کاظمی کی فکر کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی فکر میں انہوں نے رب کو کیسے پہچانا؟ دراصل اس شعر کا دوسرا مصرعہ انہوں نے حضرت علیؑ کے اس فرمان سے اخذ کیا۔

"میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے، ہمتوں کے پست ہو جانے سے" (۴)

ارادوں کے ٹوٹ جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے اللہ کی ہستی پر اس طرح سے دلیل قائم کی جا سکتی ہے کہ مثال ایک کام کرنے کا ارادہ ہوتا ہے مگر وہ ارادہ کام ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اسکی جگہ ایک اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ارادوں کا بدلنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں سے بالادست قوت کار فرما ہے جو انہیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے اور یہ ہر انسان کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے لہذا اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہو گا کہ جو ارادوں میں ردوبدل کرتی رہتی ہے۔

شوذبؔ کاظمی کا خدا کی معرفت رکھنا ان کی حمد کے اشعار سے واضح ہوتا ہے جیسا کہ ان کا شعر ہے۔

وہی جوہر ہے دو عالم کے سارے آئنوں کا

وہی پتھر میں کیڑے کو غذا پہنچا رہا ہے

اس شعر میں شاعر خدا کو رازق مانتے ہوئے اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ وہ خدا جو ایک پتھر کے اندر کیڑے کو بھی غذا پہنچانے کا بندوبست کر رہا ہے تو ایک انسان کو بھلا کیسے اس کے حصے کا رزق نہیں دے گا۔

قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔

وَاللّٰہ خَیر الرازِقین

ترجمہ: اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔(۵)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَھُوَ خَیر الرازِقین

ترجمہ: اور وہی بہترین رازق ہے(۶)

اس طرح کئی مقامات پر خدا نے قرآن میں اپنے رازق ہونے کے متعلق کہا ہے۔ خدا کی وحدانیت اور ہر جگہ وہی موجود ہے۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے شاعر نے لکھا:

مکینِ عرش ہے، شہ رگ سے ہے نزدیک ہر دم
بنانے والا روحوں کا، لہو میں بولتا ہے

شاعر نے قرآن مجید (جو کہ آسمانی کتاب ہے اور ہمارے آخری نبی حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی) ترجمہ کے ساتھ پڑھا اور سمجھا۔ قرآن کی آیت سے ہی شعر کو روحانیت بخشی۔ جیسا کہ قرآن میں رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ
"ہم اسکی شہ رگ سے زیادہ اسکے قریب ہیں"(۷)

خدا انسان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اسکے قریب ہیں یعنی ہمارے ساتھ اللہ تعالی ہر وقت ہے۔

جس طرح شوذبؔ کاظمی کی خدا سے محبت والہانہ ہے اسی طرح رسول اللہؐ سے بھی بے انتہا محبت ہے۔

دل میں محمدِؐ عربی کا خیال ہے
سمٹا ہوا نظر میں محیطِ جمال ہے۔

؎اے دل تری تڑپ کا ابھی سے یہ حال ہے

ان ؐ کے حضور عرضِ تمنا محال ہے۔

شوذبؔ کاظمی کا دل حضرت محمد ؐ کی محبت میں سرشار ہے۔ ہر وقت ان ہی کا خیال ان کے دل میں رہتا ہے۔ وہ خدا سے عرض کرتے ہیں کہ مجھے اپنے نبی کے شہر مدینہ کی زیارت کا شرف بخش دے۔

ان ہی کا شعر ہے جس میں رب سے عرض کرتے ہیں۔

؎ شوذبؔ مجھے نصیب ہو طیبہ کی سرزمیں

یہ ربِ ممکنات سے میرا سوال ہے۔

ایک اور جگہ رب سے التجا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

؎ دعا ہے ان کے مدینے میں جا بسوں شوذبؔ

نہ دل لگاؤں کبھی پھر کسی مدینے سے

ہر وقت شاعر کی آنکھوں میں روضہِ رسول ؐ بسا رہتا ہے وہ خود کہتے ہیں

"میں نے جب پہلی بار روضہ رسول ؐ کی تصویر دیکھی تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ میں نے جو پہلی نظر روضہِ رسول ؐ کی تصویر پر ڈالی تھی وہ اب بھی یاد آتی ہے میں اسے کبھی نہیں بھلا سکتا، آپ کے دل میں مزید زیارت کا شوق بڑھ گیا"(۸)

ان کا ایک شعر ہے

؎ جمالِ گنبد خضرا، بسا ہے آنکھوں میں

مرا شوقِ زیارت کب ہوا کم یا رسول اللہ

شاعر کہتا ہے کہ میرا زیارت کا شوق آج تک کم نہیں ہوا بلکہ بڑھ گیا ہے۔ میری آنکھو میں گنبد خضرا کا منظر اب بھی بسا ہوا ہے۔

اخوت کا درس جو آپؐ نے دیا بھائی چارے کا ربط جو مسلمانوں میں آپؐ نے بنایا اس حوالے سے لکھتے ہیں:

؎ یہ ہم جو ایک ہی مرکز پہ آج یکجا ہیں

سو یہ بھی رسمِ اخوت چلی مدینے سے

ہمیں اتحاد بین المسلمین کا جو درس ملا وہ بھی مدینے سے آپؐ کے توسط سے ملا۔

شاعر کا شوق دیدار اس حد تک ہے کہ جب بھی کوئی مدینے سے واپس آتا اس سے ملتے تو مدینے کا پُرنور منظر یاد کرتے ہیں

؎ پھر آج دردِ جدائی ہے ضبط سے باہر

پھر آج آیا ہے زائر کوئی مدینے سے

شاعر صبا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ جب بھی مدینے جانا میرا حال بھی مدینے والے کو سنانا وہ لکھتے ہیں۔

؎ جس گھڑی ہو بارگاہِ مصطفیٰ میں باریاب

حالِ شوذبؔ بھی سنانا اے صبا تاکید ہے

شاعر کی معرفت کی انتہا دیکھیں شاعر اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جس طرح خدا دل کی باتیں جانتا ہے اس طرح نبی پاک حضرت محمدؐ کی ذات بھی ہمارے دلوں کے حال سے واقف ہے وہ لکھتے ہیں۔

؎ جو مانگنا سرکارؐ سے لفظوں میں نہ کہنا

مطلب جو تیرے دل کا ہے آقاؐ کو پتہ ہے

شوذبؔ کاظمی کی جو رسول پاک سے والہانہ محبت ہے۔ ہر وقت ان کی مدحت میں گنگناتے ہیں تو کہتے ہیں۔

"میں ذکر خدا کروں یا ذکر مصطفیٰ کروں، میرا اس میں کوئی کمال نہیں یہ تو بس حسنین کا صدقہ ہے"(۹)

ان کا ایک شعر بھی ہے جس میں وہ یہی کہتے ہیں کہ مجھے ذکر مصطفیٰ کی توفیق حسنین کریمین کے صدقے میں ملی۔ حسنین یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ دونوں حضرت امام علیؑ اور حضرت فاطمہ س کے بیٹے اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پوتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ انہیں اپنے بیٹے تسلیم کرتے تھے۔ حضرتت عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے حسن و حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں"(۱۰)

شاعر نے یوں قلمبند کیا

؎ حسنین کا صدقہ ہے یہ مولا کی عطا ہے
ہونٹوں پہ مرے مدحتِ محبوبِ خدا ہے؎

شاعر کا یہ ماننا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے توسط سے ہی ہم نے خدا کو پہچانا۔ نمونے عمل چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

؎ ہوئی بفیض محمد نصیب امت کو
خود آگہی و خدا آگہی مدینے سے

ے یہ نام ہے وہ جو لبِ آدم پہ رواں تھا
اس نام کو پایا تو خدا ہم کو ملا ہے

ے نبی نے دین خدا کو وہ رفعتیں بخشیں
کہ لاالہ کی اٹھی گونج ہر شوالے سے

شاعر کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کی پہچان ہمیں یا تو مصطفیٰ نے کروائی یا آلِ مصطفیٰ نے۔ ہمیں خدا کی حقیقی معرفت محمد و آل محمد کے در سے ملی ہے وہ لکھتے ہیں۔

ے خالق کا پتہ آلِ محمد سے ملے گا
ان جیسا وسیلہ تو دو عالم میں نہیں ہے

شاعر کا ماننا ہے کہ مرنے کے بعد رسول اللہؐ کے غلاموں کو منکر نکیر سے ڈرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ے کیا خوفِ نکیرَین پسِ مرگ اسے شوذبؔ
جو ان کی غلامی کی سند لے کے گیا ہے

نامِ مصطفیؐ سے ہی ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے حضرت محمدؐ کا نام اسمِ اعظم ہے جس سے ہر مشکل دور ہو جاتی ہے

ے تمھارے نام سے آسان ہو جاتی ہے ہر مشکل
تمھارا نام ہے وہ اسمِ اعظم یا رسول اللہ

شاعر پیارے نبی مصطفیؐ کو مختلف القاب سے پکارتے ہیں، نمونے کے لئے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ے محمد مصطفیٰ سب مدحتوں کے آپ محور ہیں

حبیب کبریا، جانِ دو عالم یا رسول اللہ

ے شفیع المذنبیں، ہادیِ برحق، رحمتِ عالم

لقب ہے آپ کا ایک اک مکرم یا رسول اللہ

(نقشِ دوام)

کہیں حبیبِ کبریا تو کہیں جانِ دو عالم، کہیں رحمتِ دو عالم تو کہیں ہادیء برحق اور کہیں شفیع المذنبین کہہ کر رسولِ پاک کو شاعر نے مخاطب کیا ہے۔ رسول اکرمؐ کی ذات پر درود شریف پڑھنا شاعر اپنے لئے باعثِ شفاعت سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات پر درود بھیجتے ہیں اور مومنین کو بھی حکم ہے کہ آپ کی ذات پر درود بھیجے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ

اِنَّ اللہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

" اللہ اور اسکے فرشتے یقینن نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والوں تم بھی

ان پر درود و سلام بھیجو جیسا سلام بھیجنے کا حق ہے "(۱۱)

شاعر اللہ کے درود پڑھنے کا ذکر اپنے شعر میں بیان کرتا ہے۔

ے لا شریک ہوتا ہے خود درود میں شامل

کیا عجب شفاعت کا راستا نکالا ہے

خدائے مہربان اپنے بندوں کو ان کے گناہ بخشنے میں دیر نہیں کرتا۔ خدا چاہتا ہے کہ بندہ گناہگار مجھ سے معافی مانگے میں اسے فورا بخش دوں۔ تو حضرت محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجنے سے خدا گناہ بخش دیتا ہے۔

جس طرح شاعر کی خدا سے محبت اور رسول اللہؐ سے والہانہ محبت ہے اسی طرح حضرت امام علیؑ سے بھی ان کا عشق گہرا ہے۔ حضرت امام علیؑ رسول اکرمؐ کے چچا زاد بھائی اور جانشین ہیں۔ حضرت علیؑ کی جتنی معرفت حضرت محمدؐ کو تھی اتنی کسی کو نہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

؎ اللہ کی قسم نبی سے بڑھ کر
عرفان نہیں نہیں کسی کو تیرا

شاعر کی نگاہ میں جس نے بھی حضرت امام علیؑ سے اپنا رُخ پھیرا اس کی تقدیر میں صرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے

؎ رخ جس نے علیؑ کے در سے پھیرا
اس کی تقدیر ہے اندھیرا

حضرت امام علیؑ کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ نعوذ باللہ بن ذالک لوگ انہیں خدا سمجھنے لگ گئے یا خدا کے برابر رتبہ دینے لگ گئے رسول پاکؐ نے بھی فرمایا۔

"اگر مجھے اندازہ نہ ہوتا کہ میری امت کے گروہ آپ کے بارے میں وہی کچھ کہیں گے جو عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا تھا تو میں آپ کے اتنے فضائل بیان کرتا کہ آپ جہاں سے بھی گزرتے لوگ آپ کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لیتے" (۱۲)

نمونے کے لئے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

؎ بندوں نے جسے خدا کہا ہے
شوذبؔ وہی نا خدا ہے میرا

؎ کوئی حیدر کو خدا سمجھا تو کوئی ناخدا
آشنا کس کو کہیں نا آشنا کس کو کہیں

حضرت امام علیؑ کے القابات عین اللہ یعنی اللہ کا چہرہ، لسان اللہ یعنی اللہ کی زبان، ید اللہ یعنی اللہ کا ہاتھ، اسد اللہ یعنی اللہ کا شیر، انہی القابات سے متاثر ہو کر بعض افراد نے نعوذ باللہ من ذالک حضرت امام علیؑ کو رب کہہ دیا۔ اس گروہ کو نصیری کا نام دیا جاتا ہے۔ شاعر نے ان القابات کو ایک شعر میں قلمبند کیا ہے۔

؎ حق نے عین اللہ لسان اللہ، ید اللہ کہہ دیا
تم ہی بتلاؤ نصیری اب خدا کس کو کہیں

حضرت علیؑ کو شاعر حاجت ارواں، مشکل کشاء مانتا ہے۔ شاعر کا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر انسان کسی بھی مشکل میں گھرا ہو تو وہ حضر تعلیؑ کا وسیلہ بنا کر خدا سے مدد مانگیں اللہ ضرور اسکی مشکل حل کر دے گا۔ شاعر کی نگاہ میں محمد و اٰلِ محمد کا وسیلہ اللہ تعالیٰکبھی بھی رد نہیں کرتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَابتغوا الیہ الوسیلۃ

ترجمہ: اور اسکی طرف (قربت کا) ذریعہ تلاش کرو۔(۱۳)

شاعر نے محمد وال محمد کو اپنے لئے وسیلہ جانا۔ انہی کے توسل سے خدا سے حاجت طلب کرتے ہیں۔ شاعر نے لکھا

؎ ابن آدم! میرے مولا کس کے کام آئے نہیں
ہر کسی پر کھل گیا حاجت روا کس کو کہیں

ے تم نے تو معراج سے بھی معرفت پائی نہیں

سوچتے ہو آج بھی مشکل کشا کس کو کہیں

(نقشِ دوام)

شاعر کے نزدیک اگر کوئی شخص خدا تک پہنچنا چاہتا ہے اور حضرت محمدؐ کی رسائی حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے حضرت امام علیؑ کی معرفت حاصل کرنا ہو گی۔

حضرت امام علیؑ کو شاعر نے آئینہ خدا اور آئینہ محمد مصطفیٰؐ سے تشبیہ دی شاعر نے لکھا۔

ے تو سر بسر آئنہ خدا کا ہے

حق ہو بہو آئنہ ہے تیرا

ے جز علی یارو نبی کا ہمنوا کس کہیں

ہم محمد اور خدا کا آئنہ کس کو کہیں

حضرت فاطمہ بنت محمد مصطفیٰؐ س کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے شاعر نے ان پر بھی اشعار لکھ کر اپنے کلام کو نورانیت بخشی۔

ے وجہِ وجودِ عالمِ امکاں ہیں فاطمہ

تخلیقِ کائنات کا عنواں ہیں فاطمہ

شاعر جہاں خدا، رسولؐ، علیؑ کی معرفت سے آشنا ہے۔ وہاں حضرت محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی معرفت بھی رکھتا ہے۔ ان کے فضائل و کمالات سے شاعر نے اپنے اشعار میں ان کے مختلف القابات سے ان کے نام کو اپنے اشعار کا حصہ بنا کر اپنے اشعار کو نورانیت اور تقویت بخشی ہے، کہیں خیر النساء کہا تو کہیں ہل اتیٰ کا مصداق ان کو بنایا، زہرہ بتول، راضیہ، مرضیہ، بضعۃ الرسول جیسے عظیم القابات کو اپنے اشعار کا ھصہ بنایا۔ طاعر کے چند اشعار شانِ حضرت فاطمہ الزہرا میں:

؎ خیر النسا لقب ہے تو ہے ہل اتیٰ شرف
اک اُسوہ بہرِ طبقہء نسواں ہیں فاطمہ
؎خاتونِ حشر آپ ہیں روحِ طہارت آپ
ہیں بضعۃ الرسول، دبستاں ہیں فاطمہ
؎ زہرا، بتول، راضیہ و مرضیہ خطاب
احمد کے گھر میں جلوہء یزداں ہیں فاطمہ

(نقشِ دوام)

حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے شوہر بھی امام ہیں اور ان کے گیارہ بیٹے نسل در نسل امام ہیں۔ یہ وہ بارہ امام ہیں جنہیں خدا نے امام بنایا۔ ام سب کے نام درج ذیل ہیں

1. حضرت امام علیؑ
2. حضرت امام حسنؑ
3. حضرت امام حسینؑ
4. حضرت امام زین العابدینؑ
5. حضرت امام باقرؑ

6. حضرت امام جعفر صادقؑ
7. حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
8. حضرت امام علی رضاؑ
9. حضرت امام محمد تقیؑ
10. حضرت امام علی نقیؑ
11. حضرت امام حسن عسکریؑ
12. حضرت امام محمد مہدی آخر الزمان (عج)

[آخری امام بحکم خدا زندہ ہیں]

شاعر نے بہت ہی خوبصرتی کے ساتھ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا تعارف اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

ے حق کی کنیز، بنتِ نبی، زوجِ مرتضیٰ
گیارہ پسر امام ہیں وہ ماں ہیں فاطمہ

محمد و آلِ محمد سے ان کی عقیدت ان کے اس کلام سے واضح جھلکتی نظر آتی ہے۔ اس کلام میں انہوں نے " امامِ عصر "یعنی امام آخر الزمانؑ جو کہ اس وقت بحکمِ خدا حیات ہیں، کو ردیف بنا کر امامِ عصر میں حضرت محمدؐ، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور گیارہ اماموں کی خوبیوں کو دیکھایا ہے۔

ے اک دور امن کی ہیں بشارت امام عصر
میرا وظیفہ میری عبادت امام عصر
سردار انبیا کی فصاحت امامِ عصر
حیدر کا علم، زہرہ کی عصمت امامِ عصر

شبر کا حلم و خلق و مروت امامِ عصر
شبیر کا وقارِ شہادت امامِ عصر
زین العبا کی طرزِ عبادت امامِ عصر
باقر کے علم و فضل کی عظمت امامِ عصر
جعفر کا صدق، موسی کاظم کا ضبط ہیں
خوئے رضا، گل نقویت امامِ عصر
حاصل انہیں رسول سے تا عسکری علوی
تیرہ نشانیوں کی ہیں وحدت امامِ عصر
جن کا مصلہ آب رواں پر ہے کون ہیں
لاریب، وہ ہیں شانِ امامت امامِ عصر
مہدی و ہادی نام، لقب آخر الزما ں
اللہ کی ہیں آخری حجت امام عصر
سب منتظر ہیں جن کے وہ ہیں ایسے منتظر
سارے جہان کی ہیں ضرورت امام عصر
میزانِ عدل ہیں حق باطل کے درمیان
ہیں آخری نبی کی نیابت امامِ عصر

(نقشِ دوام)

انہوں نے پنجتن پاک کی قدر و منزلت کو اپنی شاعری میں موثر انداز میں بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

محمد، فاطمہ، حسنین و حیدر

تنی سب پر کسائے پنجتن ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

"کسائے پنجتن" اُس وقت کے پُر نور منظر کو بیان کر رہا ہے جب ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ وہ ایک بڑی یمنی چادر اوڑھ کر آرام فرمانے لگے۔ حضرت فاطمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح نورانی تھا۔ تھوڑی دیر میں نواسہ رسول حضرت حسن بن علی گھر آئے تو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ بعد میں انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سلام کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جواب دیا اور انہیں اپنے ساتھ چادر اوڑھا دی۔ کچھ دیر بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوسرے نواسے حضرت حسین بن علی آئے۔ انہوں نے بھی نانا کی موجودگی محسوس کی سلام کیا اور چادر اوڑھ لی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ تشریف لائے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سلام کیا جنہوں نے انہیں اپنے ساتھ چادر اوڑھا دی۔ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں بھی اجازت لے کر چادر میں داخل ہو گئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چادر پکڑی اور دائیں ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

"اے خدا یہ ہیں میرے اہل بیت ہیں، یہ میرے خاص لوگ ہیں، ان کا گوشت میرا گوشت اور ان کا خون میرا خون ہے۔ جو انہیں ستائے وہ مجھے ستاتا ہے اور جو انہیں رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتا ہے۔ جو ان سے لڑے میں بھی ان سے لڑوں گا اور جو ان سے صلح کرے میں ان سے صلح کروں

گا۔ میں ان کے دشمن کا دشمن اور ان کے دوست کا دوست ہوں کیونکہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں"۔(۱۴)

شوذبؔ کاظمی نے کساء کے نیچے آنے والے پنجتن کی شان میں کلام لکھا

یکجا ، جو زیرِ گوشۂ چادر ہیں پنجتنؑ

زہرا(س)کے گھر میں عرش کے ہمسر ہیں پنجتنؑ

تفسیرِ پاکِ سورۂ کوثر ہیں پنجتنؑ

خیرِ کثیر و جلوۂ داور(ج) ہیں پنجتنؑ

زیرِ کسائے بنتِ پیمبر(ص) ہیں پنجتنؑ

عرفان و آگہی کا، سمندر ہیں پنجتنؑ

کون و مکاں میں، اعلیٰ و برتر ہیں پنجتنؑ

توحید کے جہان میں مظہر ہیں پنجتنؑ

قرآں بدست، زینتِ منبر ہیں پنجتنؑ

خاموش ہے زمانہ، سخنور ہیں پنجتنؑ

ہر رازِ کبریا(ج) کے شناور ہیں پنجتنؑ

دینِ خدا کے، مصدر و محور ہیں پنجتنؑ

مانگے بنا ہی دیتے ہیں خیرات بے بہا

ایسے سخی ہیں، ایسے تونگر ہیں پنجتنؑ

چاروں کتابیں، اِن کے فضائل پہ ہیں دلیل
کونین کے علوم کے خوگر ہیں پنجتنؑ

آیت مباہلے کی پڑھو، جان لو مقام
تابندہ مہر و مہ سے بھی بڑھ کر ہیں پنجتنؑ

یہ پنجتنؑ ہی شان ہیں بارہ کی ، چودہ کی
ہر زاویئے سے نور کے پیکر ہیں پنجتنؑ

شوذب ، ہے اِن کی آیۂ تطہیر میں ثنا
خود کردگارِ حق کے ثناگر ہیں پنجتنؑ(۱۵)

شوذبؔ کاظمی نے جہاں فضائل اہل بیت پر بہت کچھ لکھا وہاں مصائبِ آلِ محمد پر بھی کافی مواد لکھا ہے اور اب بھی لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر مذہبی شاعری کو ہی فروغ دیا ہے۔ واقعہ کربلا اور امام کی مظلومانہ شہادت کے پُردرد موقع پر قلم اُٹھایا اور ان مصائب کو مرثیہ کی شکل دی۔ اس کی ایک وجہ ان اہل بیت علیہم السلام سے عقیدت تھی اور دوسری وجہ ان کے جوان بیٹے سید محمد علی کاظم کی وفات سے متاثر ہو کر اہل بیت کے مصائب پر لکھنا شروع کیا۔ اس سے پہلے وہ غزل گوئی میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوا چکے تھے۔ پروفیسر راضیہ بتول جعفری نے دوران انٹرویو بتایا۔

"جوان بیٹے کی مرگ کے بعد ان کی شخصیت پر گہرے اثرات پڑے مگر انہوں نے اس صدمے کو اہل بیت کے غم پر غالب نہ آنے دیا۔ ان کا غم ان کی شاعری میں اہل بیت کے غم میں دب کر رہ گیا ہے۔"(۱۶)

شوذبؔ کاظمی کے مرثیے کے حوالے سے جو کلام ہے وہ بہت سارا ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ شوذبؔ کاظمی صاحب کے مرثیوں کے حوالے سے بات کریں تو ان کے مرثیے اتنی تعداد میں لکھے جاچکے ہیں کہ ان پر باقاعدہ ایک کتاب شائع کروائی جاسکتی ہے۔ انہوں نے خود کہا:

"میں نے آج تک جتنے مرثیے کہے ہیں وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ میری بات ایک دو پبلشرز سے ہوئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی منظر عام پر شاعری کے مجموعے پر میری تیسری کتاب شائع ہو جائے گی۔"(۱۷)

کربلا ایک ایسی سرزمین تھی جو ۶۱ ھجری کے بعد حضرت امام حسینؑ کے توسط سے آباد ہوئی۔ یہاں حضرت امام حسینؑ اور ان کے بھائی، اولاد اور اصحاب کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ شاعر نے کربلا کے متعلق بھی اشعار کہے۔ ان کا ایک شعر ہے

؎ کربل کو چن لیا نئی تاریخ کے لئے
لکھا نصاب خوں سے بقائے دوام کا

امام حسینؑ کی فوج میں صرف بہتر (۷۲) افراد تھے جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے تاریخ رقم کر دی۔ صبح عاشور (یعنی ۱۰ محرم کا دن) سے عصر کے وقت تک ساری جاں نثار کر دی اپنی جان دینِ اسلام کو بچانے کے لئے قربان کر بیٹھے، شاعر نے ان شہدا کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا۔

؎ قربان ہوتے دیکھا بہتر کو عصر تک
اللہ رے حوصلہ مرے بے کس امام کا

؎ یوں سچ لکھا لہو سے، زمانے پہ چھا گئے
پرچم بلند آج بھی ہے ان کے نام کا

؎ اک صبح لازوال کی پہچان بن گیا
ہنگامِ عصر آخری سجدہ امام کا

ان شہداؤں کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہوئے شاعر نے کچھ اس انداز سے شعر کہے۔

؎ سلام اے کربلا کی خاک تیرے ان شہیدوں پر
رہے ثابت قدم جو گھر لٹا کر بھی اصولوں پر

؎ نہیں اترے گا سر سے قرض پوری آدمیت کے
کیا احسان جو شہ نے قیامت تک کے لمحوں پر

حضرت حر کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کیونکہ حضرت حر وہ عظیم انسان تھے جو امام حسینؑ کی معرفت رکھتے تھے مگر وہ یزیدی فوج کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے ہی امام حسینؑ (جو کہ کوفے کے راستے کی طرف جارہے تھے) کو کربلا کی طرف آنے پر مجبور کیا مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ یزیدی فوج تو حضرت امام حسینؑ کے قتل کا ارادہ رکھتی ہے، تو حضرت حر کانپ اُٹھے کیونکہ وہ امام حسینؑ کی معرفت رکھتے تھے۔ کسی نے حُر کو کانپتے دیکھا تو پوچھا۔

"حُر یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تجھ جیسا بہادر اس طرح کانپ رہا ہے؟ جناب حُر نے جواب دیا: میں اس وقت خود کو جنت اور جہنم کے درمیان آزاد دیکھ رہا ہوں چاہو تو اُدھار جنت لے لوں اور چاہوں تو اس نقد دنیا کے پیچھے چل پڑوں جس کا انجام جہنم ہے۔"(۱۸)

حضرت حُر نے اپنے آپ کو امام حسینؑ کی خدمت میں پیش کیا اور امامؑ سے عرض کی:

" مولا میں گناہ گار ہوں میں وہی ہوں جس نے سب سے پہلے آپ کا راستہ روکنے کا جرم کیا تھا۔۔۔ مولا مجھے پہلے یہ بتائیں میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ (۱۹)"

حضرت امام حسینؑ نے جب حُر کی توبہ قبول کی تو اس نے فوراً جنگ کی اجازت لی اور سب سے پہلے فوجِ حسینی میں سے شہید ہوئے۔ یہی حر بن یزید ریاحی جب یزیدیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ امام حسینؑ اس کے پاس پہنچے تو اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا تو امام حسینؑ نے اپنی مادرِ گرامی حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کا رومال ان کے سر پر باندھا۔ اس رومال اور جناب حُر کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے شاعر نے لکھا

؎ رومالِ سیدہ بنا حر کے لئے نجات
کیسا سنور گیا ہے نصیب غلام کا

(نقشِ دوام)

حضرت حر بن یزید ریاحی جب اپنے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے پاس پہنچے تو پورا لشکر جو کہ ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا سارا پیاسہ تھا۔ امام حسینؑ نے سارے لشکر کو پانی پلایا۔ صاحبِ کتاب نے لکھا ہے

" حر ابن ریاحی ایک ہزار کا لشکر لے کر قریب پہنچ گیا۔۔۔۔ منبع وجودِ کرمِ امام حسینؑ نے لشکر حُر کے سپاہیوں کی تشنگی ور پیاس دیکھی تو اپنے جوانوں اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان تمام لشکریوں کو پانی پلایا جائے، ان کو پانی پلایا گیا، پھر ان کے گھوڑوں کو پانی پلایا گیا۔"(۲۰)

شاعر نے حُر کے امام حسینؑ کے لشکر میں آنے کی ایک وجہ امام حسینؑ کا یہ کریمانہ رویے کو بیان کیا ہے

؎ آپ پیاسے رہے اور پیاس بجھائی حر کی
حُر کو پابند کیا شاہ نے ایثار کے ساتھ۔

؎ حُر کا آجانا فقط حر کا ہی آنا تو نہ تھا
لشکرِ عشق بھی تھا قافلہ سالار کے ساتھ

(نقشِ دوام)

کربلا کے متعلق شوذبؔ کاظمی نے ۱۶ اگست ۲۰۲۳ء کو کلام لکھا، اس کا ایک شعر یہ ہے

؎ کربلا کو شاہ نے جنت کا ٹکڑا کردیا
اپنی مقتل گاہ کو کعبے کا کعبہ کردیا

(غیر مطبوعہ کلام)

کربلا میں امام حسینؑ اور ان کے احباب پر سات محرم الحرام ۶۱ ھجری کو پانی بند کردیا گیا تھا، حضرت عباس علمدارؑ دریائے فرات سے پانی لینے گئے۔ تو قومِ اشقیا نے ان کے دونوں بازو قلم کردیے اور ان پر تیروں کی بارش کردی، شاعر نے اس منظر کو اپنے شعری انداز سے پیش کیا۔

؎ تیر سقائے سکینہ پہ وہ برسائے کہ بس
چِھد گئی مشک بھی عباسِ علمدار کے ساتھ

(غیر مطبوعہ کلام)

اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے دس محرم الحرام کو اپنے اصحاب اور اولاد کی شہادت کے بعد اپنے شش ماہی بیٹے ننھے علی اصغر کو اُٹھایا اور قوم اقیاء کی طرف لے گئے کہ شاید وہ ترس کھا کر کم سن بچے کو پانی پلا دیں مگر حرملا ملعون نامی شخص نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا۔ شاعر نے لکھا:

ے اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہے لوگو بولو

کہ گلوئے اصغر چِھدا سُوفار کے ساتھ

(غیر مطبوعہ کلام)

شاعر کہتا ہے آج بھی سانحہ کربلا تازہ ہے۔ کربلا والوں کے غم کے سامنے ہمارا غم کچھ بھی نہیں ہے۔ امام حسینؑ کا صبر اتنا تھا کہ ملائکہ بھی حیران تھے۔

ے کنبہ نبی کا دشت میں پیاسا ہے آج بھی

صدیوں کا سانحہ ہے کہ تازہ ہے آج بھی

ے گزرا نہیں حسین سا صابر جہان میں

ہر با شعور فرد کا کہنا ہے آج بھی

(غیر مطبوعہ کلام)

شوذبؔ کاظمی اس سال چہلم امام حسینؑ کے موقع پر کربلا جانے کا ارادہ رکھتے ہے، ہر مومن کے دل کی تمنا ہے کہ وہ کربلائے معلیٰ جائے۔

انہوں نے اپنے دل کی آواز جو انہیں شوقِ زیارت کربلا ہے کو قلمبند ان الفاظ سے کیا ہے۔

ے مولا کے زائرین کی ہے جان کربلا

فردوسِ ارض شہروں میں ذیشان کربلا

ے ہر دل، ہر اک نظر کا ہے ارمان کربلا

انساں پہ ہے حسین کا احسان کربلا

زوارِ اربعین کا یا لینے تک خطاب ہے
شوذبؔ ہے میرے واسطے ملتان کربلا

(غیر مطبوعہ کلام)

شوذبؔ کاظمی نے ہر امام کی شہادت کے موقع پر رثائی ادب لکھا اور اپنے کلام کو نورانیت بخشی۔ پہلے امام علیؑ کو ۱۹ رمضان المبارک کی صبح مسجدِ کوفہ میں حالت سجدہ میں ایک شقی شخص کہ جس کا نام عبد الرحمن ابن ملجم تھا، اس نے زہر میں بجھی تلوار امام علیؑ کے سرِ اقدس پر ماری۔ امام علیؑ اس وار کے زخم کو برداشت نہ کر سکے اور ۲۱ رمضان المبارک کو شہید ہو گئے۔

نوحہ ابوالحسن علی(ع) از شوذبؔ

کوفہ لرز رہا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید
عالَم میں اک ندا ہے علی(ع) ہو گئے شہید
مشکل کشائے خلق(ع) کو مارا ہے ، ہائے ہائے
کہرام اک بپا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید
سبطین(ع) رو رہے ہیں جنازے پہ باپ (ع) کے
گھر آپ(ص) کا لُٹا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید
کلثوم و زینب(س) آج سے کہلائیں گی یتیم
آغازِ کربلا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید
بے وارثوں کا پوچھنے والا کوئی نہیں

غربت زدہ فضا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید

کعبے سے آیا تھا جو ، وہ مسجد سے ہے چلا

اور کامراں چلا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید

شوذبؔ ، گزاری زیست عبادت میں شاہ(ع) نے

اب سجدہ کہہ رہا ہے ، علی(ع) ہو گئے شہید

(غیر مطبوعہ کلام)

پُرسۂ امیر کائنات(ع) منجانبِ شوذبؔ

" ماتم بپا جہاں میں ، ولیِؑ خدا(ج) کا ہے "

آغاز مومنو ، یہی کرب و بلا کا ہے

اکیسویں کی صبح بجھی شمعِ معرفت

نوحہ یہ عرش و فرش میں شیر خدا(ع) کا ہے

جسکا ، کِیا ہے سر ، بنِ ملجم نے پاش پاش

بابا حسین(ع) اور حَسَنِ مجتبیٰ (ع) کا ہے

زہرا(س) کے بعد زَد میں امامت بھی آ گئی

لوگو ، یہ پہلا تیغ کا خودکُش دھماکا ہے

ٹوٹا ہے ظلم آج وصیِؑ رسول (ص) پر

کوفے میں برپا شورِ فغاں انبیا (ع) کا ہے

عباس(ع) دے رہے ہیں ، حرم (س) کو تسلیاں

گھر بھر میں جاری سلسلہ ، آہ و بُکا کا ہے

باندھا ہے جس کا ، آج ارادہ لعین نے

وہ قتل مرتضیٰ(ع) کا نہیں ، مصطفیٰ(ع) کا ہے

پنہاں جہاں سے مومنوں کے مولا (ع) ہو گئے

کعبہ سیاہ پوش مُجبّو ، خدا(ج) کا ہے

صدمے سے شوذبؔ آج ہیں حسنین(ع) بیقرار

غم دو جہاں میں آج شئہ لا فتیٰ(ع) کا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

نقوشِ عصمت میں علامہ سید ذیشان حیدر جوادی نے لکھا۔

" آپ قضائے الٰہی کا حوالہ دے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ اذان سے سارے کوفے کو بیدار کیا۔ نماز شروع کی تو ابن ملجم نے سر اقدس پر وار کر دیا اورر سر زخمی ہو گیا۔ مصلیٰ پر بیٹھ گئے۔ فُزتُ رَبِ الکعبہ کا اعلان کیا اور بسم اللہ و باللہ وفی سبیل اللہ وا علی ملۃِ رسول اللہ کا ورد کرتے رہے"(۲۱)

شوذبؔ کاظمی نے امام علیؑ کی شہادت کے پُر درد موقع پر کچھ اس انداز سے مرثیہ لکھا

نوحہ شیر خدا(ج) از شوذبؔ

ے کوفے کی ، زلزلے سے زمیں تھرتھرائے گی
مسجد سے گھر میں شاہ(ع) کی جب لاش آئے گی
اُنیسویں کی مومنو ، سحری رُلائے گی
اُمت ، سرِ امام(ع) پہ ضربت لگائے گی
تلوار لمس جب سرِ حیدر(ع) کا پائے گی
" فزتُ بربِ کعبہ" کی آواز آئے گی
ہوگی سحر وہ صبحِ قیامت سے کچھ نہ کم
کہرام کی فضا بھرے کنبے پہ چھائے گی
قاتل کو شہ(ع) پلائیں گے شربت کا جام خود
تکلیف میں بھی شہ(ع) کی سخاوت نہ جائے گی
حوریں اگرچہ اُتریں گی ، ڈھارس کے واسطے
حالت حرم(ع) کی ، پھر بھی سنبھالی نہ جائے گی
تلقین سے یتیموں کی ، ہمت بندھائیں گے
رُخ پر علی(ع) کے ، موت کی زردی جو چھائے گی
اکیسویں کو ہوگی جدائی جو باپ سے
" داغِ یتیمی زینبِ مضطر(س) اٹھائے گی "
حسنین(ع)لے چلیں گے جنازہ سُوئے نجف

ہمراہ اِک ملائکہ کی فوج آئے گی

محبوبِ کبریا(ص) کا ہِلے گا مزار بھی

ساری فضا امام(ع) کے نوحے سنائے گی

شوذبؔ ، فلک پہ حشر کا عالَم جو ہووے گا

ہائے علی(ع) کی ہر سُو ندا گونج جائے گی

(غیر مطبوعہ کلام)

دوسرے امام حسنؑ جنہیں زہر دغا سے شہید کیا گیا۔ امام حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنتِ اشعث ملعونہ نے زہر دے کر شہید کیا۔ کتاب نقوشِ عصمت میں ذیشان حیدر جوادی نے لکھا

"متعدد بار آپؑ کو زہر دیا گیا مگر قضاو قدر نے بچالیا یہاں تک کہ مروان کے ذریعہ آپؑ کی زوجہ جعدہ بنتِ اشعث کے ہاتھوں زہر دلوایا گیا۔"(۲۲)

آپؑ کے امتیازات مصائب میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کے جنازے کو جب روضہ رسولؐ کی طرف دفنانے کے لئے لایا جا رہا تھا تو جنازے پر تیر برسائے گئے۔

صاحبِ کتاب نے لکھا

"شہادت کے بعد جنازے پر تیروں کی بارش بھی آپ کے امتیازی مصائب میں شامل ہے، جس کی مثال اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے پہلوئے رسولؐ میں دفن کی جگہ کا نہ ملنا بھی آپ کے امتیازات مصائب شامل ہے جس سے امت اسلامیہ کی بے حیائی اور بے وفائی کا باخوبی اندازہ کی جا سکتا ہے کہ اصحابہ رسولؐ کو پہلوئے رسولؐ میں جگہ مل سکتی ہے لیکن فرزندِ رسولؐ کو نانا کے پہلو میں جگہ نہیں مل سکتی ہے۔"(۲۳)

شوذبؔ کاظمی صاحب نے ان کی پرواز شہادت کے موقع پر مرثیہ لکھا

مشقِ سخن جاری کے جاری مصرع پر نوحۂ سبز قبا(ع) منجانبِ شوذبؔ

کربلا کیوں ہے بپا ، گنبدِ خضرا کے قریں
کس کے تابوت پہ ، پیکان چلاتے ہیں لعیں
جز حسن ابنِ علی(ع) کون ہے مظلوم ایسا
جس کی تدفین گوارا نہیں روضے کے قریں
ہائے جعدہ نے امامت کا گرایا جو ستوں
چھن گئی ، عترتِ زہرا(ص) سے دلوں کی تسکیں
اُمتی ، پیروئ مادرِ امت کہہ کر
ناروا حکم پہ خم کرنے لگے قلب و جبیں
پہلے تو زہر دیا سبطِ نبی(ص) کو اور پھر
گھر کو لوٹاتے ہیں تابوتِ حسن(ع) خانہ نشیں
لوگ اِسے زلزلے کا نام دیا کرتے ہیں
ہِلتی ہے ماتمِ شبر(ع) کو جو یہ گاوِ زمیں
پہلی تعزیر تھی محسن(ع) کی شہادت , شوذبؔ
پھر جلانے لگے قرآن کو ، قرآں کے امیں

(غیر مطبوعہ کلام)

تیسرے امام حضرت حسینؑ کی شہادت ۶۱ھجری کو کربلا میں ہوئی۔ تین دن تک پانی بند کرنے بعد دس محرم الحرام کو بے دردی کے ساتھ اولاد و اصحاب سمیت شہید کر دیا گیا۔

مشقِ سخن جاری کے جاری مصرع پر نوحۂ سبز قبا(ع) منجانبِ شوذبؔ

فاطمہ کا لعل بے جرم و خطا مارا گیا
دشت غربت میں علی کا لاڈلا مارا گیا

بین یہ بانو کا تھا ، ہئے ہئے میں جی کر کیا کروں
ہنسلیوں والا مرا چھ ماہ کا مارا گیا

ماتمی دستے رواں ہیں نوحہ یہ پڑھتے ہوئے
کربلا سبطِ نبی مارا گیا مارا گیا

لال آندھی چل رہی تھی نینوا میں وقت عصر
سجدے میں اک پیکر صبر و رضا مارا گیا

بے کفن جو ریگ کربل پہ رہا چالیس دن
کند خنجر سے جدا کر کے گلا ، مارا گیا

روح عابد نالہ یہ کرتے ہوئے ہمراہ تھی
بر لب جو ، تشنہ لب بابا مرا مارا گیا

سرخروئی کی عطا اسلام کو یوں شاہ نے
ہر وفا پیکر بنام کبریا مارا گیا

کتنا خوش قسمت تھا شوذبؔ ، حر کہ جو بیٹے سمیت

آخری دن شہ کے قدموں میں گرا ، مارا گیا

(غیر مطبوعہ کلام)

چوتھے امام حضرت امام سجادؑ کو بھی زہرِ دغا سے شہید کیا گیا صاحبِ کتاب والے نے لکھا۔

"۸۶ء میں عبد الملک کا بیٹا ولید حاکم بنا اور اسی نے ۹۵ھ میں ۲۵ محرم الحرام کو امامِ زین العابدینؑ کو زہرِ دغا سے شہید کرا دیا گیا۔"(۲۴)

کلام شوذبؔ کاظمی امام سجادؑ کی پُر درد شہادت کے موقع پر

نوحۂ عابد منجانب شوذبؔ

نام لے لے کے شام کا سجادؑ

خون روتے رہے سدا سجادؑ

بن گئے بانیِ عزا سجادؑ

رکنِ خاصانِ کبریا سجادؑ

بین کرتے ہیں کہہ کے یوں باقر(ع)

ہائے بیمارِ نینوا سجادؑ

چہلم شاہِ کربلا کرنے

شام سے آئے کربلا سجادؑ

زورِ خیبر شکن تھا ہاتھوں میں

پھر بھی تھے پیکرِ رضا سجادؑ

گردنِ زین العابدین چھدی

سہہ گئے طوق کی جفا سجادؑ

ہتھکڑی والے ہاتھ اٹھا کر بھی

مانگتے رہتے تھے دعا سجادؑ

دیا عبد الملک نے زہرِ ستم

ہو گئے راہیِ قضا سجادؑ

ساربانِ حرم بھی ہیں ، شوذبؔ

دونوں عالم کے پیشوا سجادؑ

(غیر مطبوعہ کلام)

پانچویں حضرت امام محمد باقرؑ کو ۷ ذولحجہ کو زہرِ دغا سے شہید کیا گیا

"۷ ذوالحجہ ۱۱۴ھ کو ہشام و عبد الملک نے آپ کو زہر دغا سے شہید کرا دیا اور آپ اپنے بزرگوار کی طرح جامِ شہادت نوش فرما کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔"(۲۵)

نوحۂ باقر العلوم (ع) منجانبِ شوذبؔ

بچپن تھا جنکا واقعۂ کربلا کے ساتھ

ان پر ستم ہے آج روا ، انتہا کے ساتھ

ایسا سلوک؟خامسِ آلِ عبا(ع) کے ساتھ

باقر(ع) شہید ہوگئے زہرِ جفا کے ساتھ

یثرب میں پھر ہے شورِ بُکا ، وا مصیبتا

طیبہ کو آج دیکھا ہے پھر سے عزا کے ساتھ

کیونکر نہ حال جعفرِ صادق(ع) کا غیر ہو

امت کا ظلم دیکھا روا قبلہ گہ کے ساتھ

ذی الحج کی ساتویں تھی کہ جب باقرالعلوم

واصل ہوئے نبیرۂ شیر خدا کے ساتھ

سینوں پہ ہاتھ ، آنکھوں سے ہیں اشکِ غم رواں

ظالم نے ظلم ڈھا دیا شہ(ع) کو بتھا کے ساتھ

شوذبؔ جو دیکھنی ہوں علی(ع) کی عبادتیں

باقر کو دیکھو سجدے میں زین العبا کے ساتھ

(غیر مطبوعہ کلام)

چھٹے امام حضرت امام جعفر صادقؑ کو منصور دوانیقی ملعون نے زہر دغا سے شہید کروادیا۔

"یہ بات تقریبا متفق علیہ ہے کہ آپ کی شہادت زہر دغا سے ہوئی اور آپ کی منصور دوانقی نے زہر دلوایا ہے جس کی کوشش متعدد بار کی گئی لیکن جب وقت آگیا تو زہر نے اپنا اثر کر دیا اور آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اگرچہ

بعض مورخین نے منصور کو بری کرنے کے لئے یوں تحریر کیا ہے کہ آپ کی شہادت منصور کے زمانے میں ہوئی ہے۔"(٢٦)

نوحہ مولا جعفرِ صادق(ع) از شوذبؔ

کاظم کے والد ، اے شۂ ذی شان الوداع
،، صورت گرِ صداقتِ عمران الوداع ،،
زہرِ ستم کا وار سہا ، وا مصیبتا
منصور نے وہ ظلم کِیا ، وا مصیبتا
پامالِ سم ہے بولتا قرآن ، الوداع
کیسے نہ حال موسیٰ کاظم کا ہو تباہ
پائی ہے ظلم و جور و مصیبت نے راہ , آہ
حق پر پدر کا سایہ ہے قربان الوداع
روزِ دو شنبہ ، پندرہ تھی شوّال ماہ کی
جب ظالموں نے زہرا کی ، کھیتی تباہ کی
شوذبؔ ، مدینہ شہ کا ہے ویران الوداع

(غیر مطبوعہ کلام)

ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ کی تقریباً ١٤ سال زندگی قید و بند میں گزری

امام موسیٰ کاظمؑ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ قید خانوں میں گزرا ہے لیکن اس کے باوجود جب بھی، وقع ملا آپ نے اسلامی حقائق کو بے نقاب کرنے اور دشمنانِ حق و حقیقت کو خاموش کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظمؑ کو قید و بند میں رکھا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی آخر کار زہر دے کر شہید کرادیا صاحبِ کتاب نے لکھا:

> "حضرت کو ۲۰ شوال ۱۷۹ھ کو عین حالت نماز میں گرفتار کرالیا اور گھر والوں سے رخصت بھی نہ ہونے دیا اور بصرہ روانہ کر دیا۔ ایک ماہ ۱۷ روز طویل سفر کے بعد ۷ ذی الحجہ کو بصرہ پہونچے اور آپ کو وہاں قید کر دیا گیا اور ایک سال قید میں میں رکھا گیا۔ امیر بصرہ ہارون کا چچازاد بھائی عیسیٰ بن جعفر تھا اس نے سفارش لکھی کہ یہ بندہ خدا صرف عبادت میں مصروف رہتا ہے اسے آزاد کر دے تو اس نے امامؑ کو بغداد طلب کر کے فضل بن ربیع کے قید خانے میں رکھ دیا۔ وہاں فضل بھی حضرت کے کردار سے متاثر ہو گیا تو سندی بن شاہک ملعون کو نگران بنا دیا اور اس نے زہر سے حضرت کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔"(۲۷)

شوذبؔ کاظمی نے امام موسیٰ کاظمؑ پر آنے والے مصائب کو مرثیے کی شکل میں پیش کیا

پرسۂ معین الضعفا(ع) منجانب شوذبؔ

بنے مظلومیت کے استعارے موسیٰ کاظمؑ
غریب الغربا(ع) امت کے سہارے موسیٰ کاظمؑ
علی(ع) و زہرا(س) کی آنکھوں کے تارے موسیٰ کاظمؑ

حمیدہ بی بی اور جعفر(ع) کے پیارے موسیٰ کاظمؑ

شعورِ آدمی جاگا تو یہ آواز آئے گی

ہمارے ہیں ، ہمارے ہیں ہمارے موسیٰ کاظمؑ

قیامت ہیں ، قیامت ہیں ، قیامت ہیں ، قیامت ہیں

وہ دن جو تم نے زنداں میں گزارے موسیٰ کاظمؑ

دعا گو سب ہیں"یاباب الحوائج"(ع) کہہ کے , مشکل میں

زمانے کے دکھوں دردوں کے مارے موسیٰ کاظمؑ

مسلسل صبر کی آیاتِ قرآں ، لب پہ ہوتی تھیں

جو بیکل ہونے لگتے دکھ کے مارے موسیٰ کاظمؑ

مصائب موسئ کاظمؑ کے خوں رُلواتے ہیں ، شوذبؔ

بہت مظلوم ہیں مولا ہمارے موسیٰ کاظمؑ

(غیر مطبوعہ کلام)

ایک اور کلام امام موسیٰ کاظمؑ کی مظلومیت پر شاعر نے لکھا

شہ جانے گا خود کو یہ گدا موسیٰ کاظمؑ

ہو جائے تمہاری جو عطا موسیٰ کاظمؑ

جو تم نے کبھی لب سے کہا موسیٰ کاظم

وہ قول سدا پورا ہوا موسیٰ کاظمؑ

اللہ کی رحمت ہو تمہاری ہی بدولت

سجدوں میں یہی کی ہے دعا موسیٰ کاظمؑ

ہر آن اجالا ہے حریمِ رگِ جاں میں

روشن ہوا تم سے یہ دیا موسیٰ کاظمؑ

مہتابِ امامت کی شعاعوں نے نوازا

دل محورِ انوار بنا موسیٰ کاظمؑ

آلائشِ دنیا سے ہے آزاد طبیعت

تم سے جو ہے پیمانِ وفا موسیٰ کاظمؑ

صد شکر کہ جب روضہ تصور میں در آیا

گھر بیٹھے ہی دیدار ہوا موسیٰ کاظمؑ

سرکار ، تمہیں جب بھی صدا دی ہے ، تم آئے

اور قربِ الٰہی بھی ملا ، موسیٰ کاظمؑ

اے حجتِ حق ، تم نے نوازا تو ملا ہے

سب شاعروں کو اذنِ ثنا موسیٰ کاظمؑ

صد شکر ، وہ مرکز ہے درِ پاک تمہارا

بخشش کا وسیلہ جو بنا موسیٰ کاظمؑ

خالق کو بھی جو پیشوا مرغوب ہے شوذبؔ
وہ پیشوا ، وہ راہنما موسیٰ کاظمؑ

(غیر مطبوعہ کلام)

آٹھویں امام حضرت امام علی رضاؑ کو مامون الرشید نے زہر دے کر شہید کروایا۔

"۲۳ ذی الحجہ ۲۰۳ھ کو مامون نے زہر دلوا کر حضرت کو شہید کرادیا جس کے بارے میں آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہی شخص قتل کرے گا" (۲۸)

امام رضاؑ کی پُر درد شہادت کے موقع پر شاعر نے مرثیہ لکھا

لبوں پہ جن و بشر کے رضا(ع) کا نوحہ ہے
" رضا(ع) کے غم میں دلِ ناتواں تڑپتا ہے "

نبی(ص) کے آٹھویں اے جانشیں امامِ رضا(ع)
جہاں ہیں آپ لحد کے مکیں امامِ رضا(ع)
جناں سے بھی ہے وہ بہتر زمیں امامِ رضا(ع)
تقی(ع) ہے آپ کا جو مہ جبیں امامِ رضا(ع)
وہ آٹھ سال کا وارث(ع) ، جنازہ پڑھتا ہے

بُلایا مکر سے مامون نے ، مدینے سے
بنایا اپنا ولی عہد ، گو قرینے سے
مگر نہ دیکھی گئی شان اُس کمینے سے
پلایا زہر انگوروں میں رکھ کے ، کینے سے
لعیں کے ظلم پہ لرزاں نبی(ص) کا روضہ ہے

ملائکہ ہوں کہ حوریں ہوں آدمی ہوں کہ جن
ہوئے ہیں ماتمی ، اس آٹھویں امام(ع) کے بِن
عجم کی شاہئ مامون شاد ہے لیکن
رضا(ع) کا لعل تقی متقی جو ہے کمسن
پدر(ع) کی لاش پہ روتا پچھاڑیں کھاتا ہے

حیات بخش دی تصویرِ شیر کو جس نے
مناظرے میں پِٹے سارے سورما جس سے
بنا جو ضامنِ آہو ، وہ جس کے احساں تھے
پہاڑ ظلم کے ماموں نے اس پہ یوں توڑے
کہ اب امام(ع) کا تابوت اٹھایا جاتا ہے

نواحِ قُم کی ہَوا ، سانسوں میں بسائے ہوئے

امام(ع) چل دیئے امت کے زخم کھائے ہوئے

زمیں کو زیرِ قدم آسماں بنائے ہوئے

حیات و موت کے مالک(ج) سے لو لگائے ہوئے

نویں امام(ع)کو شوذبؔ یہ پُرسا جاتا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

نویں امام حضرت امام محمد تقیؑ کی شہادت بھی زہرِ دغا سے ہوئی

"یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ امام کی شہادت زہر دغا سے ہوئی ہے اور یہ بات بھی مسلمات میں ہے کہ آپ کو زہر معتصم نے دلوایا ہے"(۲۹)

کلام شوذبؔ کاظمی امام تقیؑ کی شہادت کے موقع پر یہ ہے

نوحۂ شہادت امام محمد تقیؑ

ہے کشتۂ زہر ، نواں رہبر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

ماتم کرو ہو کر نوحہ گر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

کم ظرفوں نے ایسا ظلم کِیا ، جیسے تھا میانِ کرب و بلا

مارا گیا مولا رضا کا پسر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

اے اہلِ ایماں یاد کرو ، مسلم کی شہادت کا منظر

دہرایا گیا خونی منظر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

تھرّایا فلک تھرّائی زمیں ، ہیں نوحۂ کنا سب اہلِ یقیں

زہرا گریاں ہیں لبِ کوثر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

ذی قعدہ دو سو بیس کے آخری دن تھا جنازہ مولا کا

پچیس بہاروں کا تھا سفر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

مہماں پہ نہ ظلم کیا ہوتا ، مولا کو نہ زہر دیا ہوتا

عریاں سر آئے ہیں سرور ، زہرا کو تقیؑ کا پرسہ دو

وہ لاشِ تقیؑ پر گریۂ ہوا ، شوذبؔ کہ عدو بھی رونے لگے

برپا تابوت پہ تھا محشر ، زہرا کو تقیؑ کا پرسا دو

(غیر مطبوعہ کلام)

دسویں امام حضرت امام نقیؑ کو بھی وقت کے خلیفہ متوکل نے طرح طرح کی اذیتیں دی مگر وہ امامؑ کو قتل کرنے میں ناکام رہا مگر اس کے بیٹے معتز باللہ نے زہر دے کر شہید کرا دیا۔

"۲۵۲ھ میں متوکل کا بیٹا معتز باللہ خلیفہ ہوا اور اپنے باپ کے مظالم کی کسر کو پورا کرنے کے لئے ۳ رجب المجرب ۲۵۴ھ میں حضرت کو زہر دغا سے شہید کیا گیا"(۵۲)

کلام شوذبؔ کاظمی امام نقیؑ کی شہادت کے موقع پر یہ تھے

؎ تابوت نقی پہ گریہ ہے، تا اوجِ ثُریا، واویلا

فرزندِ تقیؑ کو زہرِ ستم، دیتی ہے یہ دنیا، واویلا

کیا جُرم تھا، کیا مجبوری تھی، کیوں مارا زہر سے ابن تقیؑ

فریاد کُناں ہیں محشر میں، یوں فاطمہ زہراؑ، واویلا

دوجگ میں قیامت برپا ہے، جاتے ہیں جو وارثِ علمِ نبیؐ

ہے سامرا میں کُہرام بپا، جاری ہے پُرسہ، واویلا

خود معتز باﷲ عباسی، ہے مکر سے میت پے روتا

قاتل کو بھی آخر کہنا پڑا، اے وارثِ فاطمہ، واویلا

جب گیارہویں لعلِ ولایتؑ نے، تلقین پڑھائی باباؑ کی

سر پیٹیے حُور و ملائک نے، اِک حشر تھا برپا، واویلا

اپنے ہی مکاں میں روضہ بنا، اپنے ہی مکاں میں دفن ہوئے

وا دردا ظُلم سے مارے گئے، مہدیؑ کے دادا، واویلا

دو شنبہ تھا تیسری ماہِ رجب، حضرت نے شہادت پائی جب

شیرازہ دین کا بکھرایا، معتز نے ایسا، واویلا

غمخوار کوئی مولاؑ کا نہ تھا، پھر بھی رہا ل پہ شکرِ خدا

پردیس میں زہر سے آئی قضا، ویراں ہُوئی دنیا، واویلا

اِس دارِ فنا سے کر کے سفر، جاتے ہیں نقیؑ سُوئے کوثر

چاروں جانب فریاد بُکا گُونجا اِک نوحہ، واویلا

صد حیف، مدینے کے وارث، ہائے سامرہ میں محبوس ہوئے

عترت سے ایسا سلوک ہوا منجانبِ دنیا، واویلا

تھے قید میں شہؑ بے گور و کفن، یٰسین سنائی عسکریؑ نے

شوذبؔ ہے مقامِ صبر و رضا، واحسر ودردا، واویلا

(غیر مطبوعہ کلام)

گیارویں امام حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت بھی زہر دغا سے ہوئی۔ آپؑ کے بارے میں حکومتِ وقت کو علم تھا کہ بارہویں جانشین نے آپؑ کو گھر میں ہی پیدا ہونا ہے تو آپؑ کو گھر میں ہی نظر بند کیا گیا۔ آپؑ کے گھر کی نگرانی اس طرح سے کی جانے لگی تھی جیسا کہ فرعون کے دور میں بنی اسرائیل والوں کی کہ جس کے گھر بھی بچہ پیدا ہوتا اسے قتل کرادیا جاتا، مورخ نے لکھا

" امام عسکریؑ کا دور آنے تک ہر صاحب علم و خبر کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اب وجود مہدی کا دور قریب آ گیا ہے اور وہ انہیں کی اولاد میں ہو گا چناچہ امام عسکریؑ کی خصوصی نگرانی شروع ہوگئی اور آپؑ کے گھر کے ساتھ وہی سلوک طے کر لیا گیا جو فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ رواں رکھا تھا۔ صرف اس خوف سے کہ وہ فرزند دنیا میں نہ آنے پائے جو فرعون کے تخت و تاج کو تباہ و برباد کر دے گا"(۳۰)

امام حسن عسکریؑ کو معتمد علی اللہ نے زندان میں قید میں رکھا۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں اور بالآ کو زہر دے کے شہید کرادیا۔

" ۲۵۶ ھ میں معتمد علی اللہ کی خلافت قائم ہوئی اور اسی ظالم نے امام حسن عسکریؑ کو شہید کرادیا"(۳۱)

شوذبؔ کاظمی نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے موقع پر کلام کہا

مہدی(ع)کے لب پہ نالہ ہے بابا شہید کا
،، بیٹے کو دے لو غیب میں پرسہ شہید کا ،،

اللہ رے یہ مقام ، یہ رُتبہ شہید کا
ہوتا کفن تلک نہیں میلا شہید کا

کس نے بجھائی گیارہویں شمعِ امامت آج
ہے ماتمی جو سامرہ سارا شہید کا

عرشی و فرشی سارے شریکِ صلات تھے
مولا(ع)نے جب پڑھایا جنازہ شہید کا

چُپ تعزیئے کی جس سے یہ منسوب ہے عزا
بیٹا شہید کا تھا وہ ، پوتا شہید کا

خاصانِ کبریا(ج) ہیں شہیدان حق سبھی
محشر میں معتبر ہے وسیلہ شہید کا

شبیر(ع) کی شہادت عظمیٰ ہے معجزہ
نوکِ سناں پہ زندہ ہے خطبہ شہید کا

جاں سے گزر گیا جو مودت میں آل کی
حاصل ہے ایسے شخص کو درجہ شہید کا

شوذبؔ فلک بھی روتا ہے بیکس شہید پر
سب عرشی آج پڑھتے ہیں نوحہ شہید کا

(غیر مطبوعہ کلام)

وطن پرستی

اب ہم بات کرتے ہیں ان کی وطن پرستی، وطن سے محبت کی شاعری کے حوالے سے جہاں انہوں نے مذہبی شاعری کی ،وہاں ان کی شاعری میں وطن سے محبت کا جذبہ بھی نظر آتا ہے۔ وطن سے محبت کا ثبوت ان کی کتاب " بحضور قائد اعظم "میں نظر آتا ہے یہ کتاب بہتر (۷۲) نظموں کا مجموعہ ہے۔ شاعر نے نئی نسل کو اپنے عظیم محسن کے کارنامون اور احسان بندیوں سے متعارف کرانے کے لیے یہ نظمیں لکھین ہیں۔ جنہیں بحضور قائد اعظم کے نام سے اس کتب یکجا کر دیا ہے تاکہ ہم پر اپنے محسنوں سے احسان فراموش کا الزام نہ عائد ہو جائے کیونکہ زندہ قومیں ہمیشہ اپنے ماضی اور اسلاف کو کبھی نہیں بھولتیں اور نہ ہی ان کے تذکرے اور تحسین سے غافل ہوتی ہیں، شوذبؔ کاظمی خود لکھتے ہیں

> " میرا پہلا کلام **نقشِ دوام پاکستان** کے گولڈن جوبلی سال میں حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے ایک سو اکیسویں جشنِ ولادت کے موقع پر شائع ہوا تھا اور دوسرا مجموعہ **بحضورِ قائد اعظم** دسمبر ۲۰۱۷ میں منظر عام پر آیا (۳۲)"

قائد اعظم پر کسی ایک شاعر کی اتنی تعداد میں نظمیں ایک مکمل مجموعہ کلام کے طور پر شاید پہلی بار شائع ہو رہی ہیں۔ اس حوالے سے اس مجموعہ نظم کو انفرادیت حاصل ہے۔

جہاں تک اِن نظموں میں شاعر کی فکری سطح کا تعلق ہے ان میں موضوع کی اکائی کے باوصف اظہار کا تناؤ موجود ہے۔ اس میں افکارِ قائد کو عام کرنے کے علاوہ اتحاد ملت، مقاصدِ آزادی سے وفاداری کی تجدید اور قومی تفاخر کا جذبہ بیدار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ شاعر نے خود کہا۔

"میں نے ان نظموں میں افکار قائد کو عام کرنے کے علاوہ اتھاد ملت، مقاصد آزادی سے وفاداری کی تجدید اور قومی تفاخر کا جذبہ بیدار کرنے پر اس لیے زور دیا ہے کہ نسلِ نو حب الوطنی، قومی یکجہتی اور مثبت اندازِ فکر اپنا کر ہی تعمیر وطن پر قادر ہو سکتی ہے" (۳۳)

قائد اعظم کے متعلق شاعر کے اجتہادِ فکر کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

ہمارے قلب و نظر کے لئے ہے
اک معیار ترا پیام
تری گفتگو، ترا کردار
افق افق تری صبحیں
کرن کرن ترا نام
عیاں ہے قائد اعظم
سخن سخن ترا نام

(آہنی چٹان)

؎ اس قوم کو نہ ملتا سرمایہ ء قیادت
قائد جو تو نہ ہوتا پیمانۂ قیادت

(شیریں نوا)

آزادی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ وہ قومیں بڑی خوش قسمت ہیں جو آزاد فضا میں سانس لے رہی ہیں۔ مگر کسی بھی قوم کے لئے آزادی کا حصول لمحوں کا سفر نہیں ہوتا ہے یہ انمول نعمت صدیوں میں حاصل ہوتی ہے۔ برِ صغیر کے مسلمانوں نے بھی آزادی کی یہ نعمت پلک جھپکتے حاصل نہیں کی بلکہ اس کے پیچھے صدیوں کی جدوجہد اور لاکھوں جانوں کا نذرانہ بھی شامل ہے۔ الحمد اللہ آج ہم آزاد ہیں اور سیاہ سفید کے مالک ہیں۔ قدرت کے اس انمول تحفے کے حصول میں صرف جوش اور ولولے ہی کام میں نہیں آئے بلکہ تدبر اور فراست نے اس مہم میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ہماری خوش نصیبی سے ہمیں ایک ایسے شخص کی رہنمائی حاصل ہو گئی جس کی فراست اور تدبر کو ان قوموں نے بھی سراہا جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس دنیا کی سب سے زیادہ دور اندیش اور دانا قومیں ہیں۔

قائد اعظم کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے شوذبؔ کاظمی نے لکھا

؎ ہے قائد کا یہ دیس مری ہر دھڑکن میں
دل شاد ہے اور آباد ہے اس کے بندھن میں
ہاں قائد اعظم سے یہ زمیں مہتاب ملی
ہم قندیلوں کو اُس کی ضَو سے تاب ملی
اس کے دم سے یہ اقلیم نایاب ملی
قائد کی مہک ہر آن ہے اپنے گلشن میں
ہے قائد کا یہ دیس مری ہر دھڑکن میں

(احسانِ قائد)

انسان کے لیے اس کا وطن ہی اس کو عزیز ہوتا ہے یہ وطن اس کے لیے جنت کی طرح ہوتا ہے۔ جہاں وہ آزادی کے ساتھ رہ سکتا ہے۔

یہ میرا وطن ہے اور ہے میری جنت بھی
یہ دھرتی ماں ہے نور ہے، اس کی شفقت بھی
یہ میری توانائی ہے میری طاقت بھی
ہے اس کے لہو کی خوشبو میرے آنگن میں
ہے قائد کا یہ دیس مری ہر دھڑکن میں

تاریخ عالم کی ورق گردانی کی جائے تو اُس میں بے شمار ایسے افراد کا تذکرہ ملتا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے ایسی ایسی صفات اور صلاحتیں عطا کی تھیں جن کی بدولت اُنہوں نے نامساعد اور مشکل حالات میں اپنی اپنی قوموں کی قیادت کی اور قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو منجدھار سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچایا اور اس طرح تاریخ اقوام میں اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے امر اور جاوداں کر لیا۔ ایسی ہی مامور شخصیات میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شامل ہیں۔ ان کا دور ایک تاریخ ساز دور تھا۔ اُس دور میں نہ صرف برصغیر اور مسلمانوں میں بلکہ دوسرے خطوں اور قوموں میں بھی عظیم اور نامور شخصیات پیدا ہوئیں لیکن قائد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے ایک عظیم کارنامے کی بدولت دنیا کی دوسری شخصیتوں، سیاستدانوں اور حکمرانوں کے مقابل میں زیادہ ممتاز حیثیت اور مقام کے حامل ہیں اور اُن کا کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے عزم، حوصلے، خوداعتمادی اور مومنانہ سیاست کی بدولت نہ صرف تاریخ کا دھارا موڑا ہے بلکہ برِصغیر جنوب مشرقی ایشیا کا جغرافیہ بھی تبدیل کر کے رکھ دیا اور برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے لئے علاھدہ ریاست اصل کرنے میں کامیاب رہے۔ قائداعظم جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں جتنا لکھا جائے اور جتنا ان کے کارناموں کے سلسلے میں تذکرہ کیا جائے وہ کم ہے کہ ایسے رہنما تاریخ اقوام عالم میں بہت کم دکھائی دیتے ہیں

چند مثالیں دیکھئے۔

؎ بابائے قوم کی ہے امانت مرا وطن
یہ رشکِ خلد غیرتِ جنت مرا وطن

(عکسِ فراست)

محکوم تھے ہم اس نے غلامی سے چھڑایا اور حوصلہ بخشا ہیں اس کے سب اقوام امیدوں کا اجالا عظمت کا حوالہ اس دیس کے ہر فرد میں قائد کی لگن ہے۔ یہ میرا وطن ہے۔(منشورِ حق)

تھی واقف اسرار قیامت تری ہستی
مہتاب رہِ فہم و فراست تری ہستی
ملت کے مقدر کی ضمانت تری ہستی
بالا ترا عالم میں بھرم کرتے رہیں گے
ہم اونچا ترا سبز علم کرتے رہیں گے

(معراجِ عمل)

تجھ سا کوئی نقیبِ بہارِ چمن نہ تھا
ملت تو تھی پر اس کو میسر وطن نہ تھا

(نقیب بہار)

قائد اعظم کی عمر ۷۲ سال ہے تو شوذبؔ کاظمی نے اسی مناسب سے اپنی ۷۲ خوبصورت نظموں کے ذریعے ان کی شخصیت کردار اور پیغام کو عام کرنے میں اپنا نہ ور، قلم حرف کیا ہے وہ خود کہتے ہیں۔

ے ہمکو یقینِ صبح دلایا قائد نے اُس آن

دھول دھندلکوں میں پنہاں تھی جب اپنی پہچان

(یقینِ صبح)

" قائد اعظم کی عمر ۷۲ سال ہے تو اسی مناسبت سے میں نے ۷۲ نظموں کا
مجموعہ ترتیب دے کر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے"(۳۴)

قائد اعظم کو انہوں نے خراجِ تحسین اپنی نظموں کی صورت مین پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ انہیں ا اپنے وطن اور قائد اعظم سے بے پناہ عقیدت اور محبت ہے وہ اپنی اس آئیڈیل شخصیت کے قابل رشک پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور ان کے پیغام کو لوگوں اور خاص طور پر نوجوانوں تک پہچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

نمونے کے لئے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

قائد کا درس امنِ فراواں کی روشنی

یہ روشنی ہے صبحِ درخشاں کی روشنی

(آسمانِ وطن)

عیاں ہے قائد اعظم، سخن سخن ترا نام

نگر نگر ترے نغمے چمن چمن ترا نام

(آہنی چٹان)

تو نے ہی سکھائے ہیں، آداب جہاں بانی

ملت کو عطا کی ہے، افکار کی تابانی

(جذبہ ء ایمانی)

ڈوب کر قلزمِ پر خوں میں اُبھرنا سیکھا
جی اُٹھے تیری اداؤں پہ جو مرنا سیکھا

(حریتِ فکر)

میسر ہم کو تجھ سا ایک بھی رہبر نہیں آیا
کئی آئے مگر تیرا کوئی ہمسر نہیں آیا

(دانائے راز)

بے شک ہے اس کا عکسِ فراست مرا وطن
بابائے قوم کی ہے امانت مرا وطن

(عکسِ فراست)

قوسِ قزح کے رنگ تری گفتگو میں تھے
فتح مبیں کے ڈھنگ تری جستجو میں تھے

(مشعلِ حیات)

شاعر کے تخیل سے، مورخ کے قلم سے
یہ سچ ہے نمایاں کہ ہے دھرتی ترے دم سے

(نغمہ ادراک)

یہ چند مثالیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ شوذبؔ کاظمی نے کم سے کم لفظوں سے ایک بڑا جہانِ معنی پیدا کیا ہے اور ہر اعتبار سے اجمال میں تفصیل کی کل پیش کی ہے اور یہ سب کچھ حضرت قائد اعظم سے اس کی عقیدت،

دیس سے محبت اور وطن سے پیار کا بھرپور اظہار ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس نے قائد اعظم کے افکار و خیالات کے دریا کو اپنے قلم کی مہارت سے کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ایک نظم **افکارِ دائم** میری بات کی شہادت دیتی ہے

تیرا پیغامِ عام
کام کام اور کام
تیرا رتبہ بڑا
تیرا اعلیٰ مقام
تیرے افکار کو
جگ میں حاصل دوام
دل سے ہو گا نہ کم
یہ ترا احترام
تا قیامت رہے
تجھ کو حاصل دوام
جاری ہے آج بھی
تیرا فیضانِ عام
نذرِ قائد کئے
سب عقیدت کے جام
رہبر مُلک تو

قوم کا تو امام

کاش ہم کو ملے

تیرا قائم مقام

پیش کرتے ہیں ہم

تجھ کو قائد سلام

(بحضور قائد اعظم)

شوذبؔ کاظمی کے جذبات واحساسات کا یہ مکمل اظہار ہر محب وطن پاکستانی کی آواز ہے، یوم قائد اعظم کو شاعر نے عید کا دن کہا کہ ہمارے لیے وہ دن عید کا دن تھا جس دن محمد علی جناح نے پونجا جناح کے گھر آنکھ کھولی۔ شاعر نے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا۔

ہے یوم قائد اعظم ہماری عید کا دن

اور استحکامِ پاکستان کی تجدید کا دن

(تائیدِ مشیت)

شوذبؔ کاظمی کی قومی نظم "**تکبیر کا تکبیر کا دن ہے**" ایوارڈ یافتہ نظم ہے۔ شوذبؔ صاحب خود کہتے ہیں

"میں اپنا کلام لکھنے میں مصروف تھا مجھے میرے دوست کی کال آئی، اس نے کہا یار شوذبؔ مبارک ہو تمھاری نظم جو تم نے تکبیر ڈے پر لکھی تھی اس کی وجہ سے تمہیں پچیس ہزار کا انعام دیا گیا ہے" (۵۸)

حوالہ جات

۱۔ شوذبؔ کاظمی (غیر مطبوعہ کلام)

۲۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی، انٹرویو، مقالہ نگار ۱۷، جون ۲۰۲۳، ملتان

۳۔ پروفیسر راضیہ بتول جعفری، انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۷ جون ۲۰۲۳ء ملتان

۴۔ نہج البلاغہ، حکمت ۲۵۰، ص: ۶۷۱، تالیف آیت اللہ سید رضی، مترجم: مفتی جعفر حسین، ناشر: ثاقب پبلیکیشنز۔ لاہور پاکستان، جولائی ۱۹۸۵ء

۵۔ بلاغ القرآن، سورہ الجمعہ آیت ۱۱، ص: ۷۵۷، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۶۔ بلاغ القرآن، سورہ المومنون آیت ۲۷، ص: ۴۶۲، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۷۔ بلاغ القرآن، سورہ ق آیت ۱۶، ص: ۷۰۴، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۸۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی، انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۷ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۹۔ ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی، انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۷ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۱۰۔ صفوۃ الصفوۃ جلد ۱، مصنف: عبد الرحمن ابن جوزی، مترجم: شاہ محمد چشتی، ص: ۶۳۷، ناشر: طوبی بک فاونڈیشن ۲۰۱۶ء

۱۱۔ بلاغ القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶، ص: ۵۷۳، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۱۲۔ اصولِ کافی، ج۸، ص ۵۸،۵۷، روایت ۱۸، مولف: شیخ محمد یعقوب کلینی، مترجم: سید حسن ظفر، ناشر: ثاقب پبلیکیشنز۔ لاہور پاکستان، ۱۹۸۵ء

۱۳۔ بلاغ القرآن، سورۃ المائدہ، آیت ۳۵، ص: ۱۵۳، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۱۴۔ حدیثِ کسا، راوی جابر ابن عبداللہ، ص: ۱۵۷۱، مفاتیح الجنان، مصنف: شیخ عباس قمی، ترجمہ: علامہ حافظ سید ریاض حسین، ناشر: العمران پبلیکیشنز لاہور پاکستان، ۱۹۹۹ء

۱۵۔ شوذبؔ کاظمی (غیر مطبوعہ کلام)

۱۶۔ انٹرویو مقالہ نگار، پروفیسر راضیہ بتول جعفری، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء بروز سوموار

۱۷۔ انٹرویو مقالہ نگار، ڈاکٹر شوذب کاظمی، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان

۱۸۔ مقتلِ مطہر، مصنف آیت اللہ مرتضیٰ مطہری، ص: ۱۴۲، پبلشر: جامع تعلیماتی اسلامی پاکستان کراچی، جون ۲۰۰۹ء

۱۹۔ ایضاً، صفحہ: ۱۴۳

۲۰۔ مدینہ سے مدینہ تک، تالیف: آیت اللہ سید محمد جوادی تہرانی، مترجم: حجۃ الاسلام علامہ ناصر مہدی جاڑا، ص: ۱۷۶، ناشر: ادارہ منہاج الصالحین لاہور، فروری ۲۰۰۹ء

۲۱۔ نقوشِ عصمت، مصنف: ذیشان حیدر جوادی، ناشر: معارف اسلامی لاہور، جون ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۴

۲۲۔ نقوشِ عصمت، محولہ بالا، ص ۲۱۷

۲۳۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، محولہ بالا، ص ۲۵۱

۲۴۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص ۳۶۱

۲۵۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص۴۰۶

۲۶۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص۴۳۶

۲۷۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص۴۷۶

۲۸۔ نقوش عصمت؛، محولہ بالا، ص۵۲۳

۲۹۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص۵۵۷

۳۰۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص۶۰۷

۳۱۔ نقوش عصمت، محولہ بالا، ص۵۹۴

۳۶۔ شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۴اگست ۲۰۲۳ء، ملتان

۳۳۔ شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۴اگست ۲۰۲۳ء، ملتان

۳۴۔ شوذبؔ کاظمی انٹرویو، مقالہ نگار، ۱۴اگست ۲۰۲۳ء، ملتان

باب سوم

ڈاکٹر شوذب کاظمی کی شاعری کا فنی جائزہ

شوذبؔ کاظمی کا فنی حوالے سے جائزہ لیں تو ان کو علمِ عروض پر دسترس حاصل ہے۔انہوں نے شاعری کو واقعی ایک فن جانااور فنی شرائط کے مطابق اپنی شاعری کوڈھالا۔وہ خود کہتے ہیں کہ

؎ بنامِ شعر نہ ابہام کی کرو تبلیغ

یہ بات یاد رکھو شاعری شعور سے ہے

ہر ادیب یا شاعر کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی گفتگو اور بیان موثر ہو کہ اس کو سننے والا اس سے پوری طرح متاثر ہو۔اس لیے ادیب یا شاعر حضرات علم بیان و علم بدیع کا سہارا لیتے ہوئے اپنے کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور موثر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی کہی ہوئی بات قاری کے دل میں آسانی سے اتر جائے۔

علم بیان اس علم کو کہتے ہیں جس کے قواعد وضوابط کو جاننے سے ایک ادیب یا شاعر ایک بات مختلف طریقوں سے بیان کرسکے اور کلام کو غلطیوں سے بچاتے ہوئے اس میں حسن پیدا کرے تاکہ بات موثر ہو اور واضح ہو۔ علم بیان کا مقصد ہی حسن آفرینی اور دلکشی پیدا کرنی ہے تاکہ اسلوب میں ندرت پیدا ہو اور ایک بات نئے سے نئے انداز میں کہی جاسکے۔ علم بیان میں اہم چیزیں تشبیہ،استخادو، مجاز۔کنایہ ہے۔

شاعر اپنے تشبیہات،استعاروں،مجاز اور کنایہ کی مدد سے خوبصورتی پیدا کرنے کی بھرپور پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شوذبؔ کاظمی نے بھی علم بیان کا استعمال کرتے ہوئے اپنے کلام کو بہت ہی دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔انہوں نے تشبیہات اور استعاروں کا استعمال نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے

ان کی نعت کا ہی ایک شعر ہے جس میں انہوں نے رسول اللہؐ کو "نقش کف پا" کو "مشعل توحید" مانا ہے۔

آپ کا نقشِ کفِ پا مشعلِ توحید ہے
جو عمل ہے آپ کا وہ محورِ تقلید ہے

(نقشِ دوام)

قرآن مجید حضرت محمدؐ پر نازل ہوا۔ قرآن مجید تو ہمارے پاس کتابی شکل میں موجود ہے مگر ہمارے لیے نبی کی ذات بولتا ہوا قرآن تھی۔ آپؐ نے جو بھی کہا خدا کے حکم اور وحی کے مطابق کہا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

"وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ﴿۳﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ

ترجمہ: وہ تو خواہش سے نہیں بولتا یہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو (اس پر) نازل کی جاتی ہے (۱)

شاعر نے نبی کریم کی ذات کو ناطقِ قرآن کہہ کر اپنے شعر میں حسن پیدا کیا

آیات سمجھتا ہوں میں اقوالِ نبی کو
اور ذاتِ نبی ناطقِ قرآن میں سے ہیں

شاعر کی بصیرت اور معرفت کا پیمانہ تو دیکھیے کہ آپؐ کی راہ میں جو ذرات ہیں ان کو بھی ستاروں سے تشبیہ دے کر ان کا رتبہ بھی بلند کر دیا ہے۔

شوذبؔ رہِ طیبہ کے ہیں ذرے بھی ستارے
ضو بار انہیں سے مرے اشکوں کی جبیں ہے

شاعر کے دل میں جو حسرت ہے مدینے جانے کی وہ کبھی کم نہیں ہو گی۔ شاعر اپنے آپ کو اس "نقشِ پا" سے تعبیر کرتا ہے کہ بس میں وہ پاؤں کا نقش ہوں جو ایک بار وہاں نقش ہو جائے تو کبھی بھی نہ مٹ سکے۔

ہوا ہوں میں اسی دہلیز کے لیے تخلیق

جو ان کے در سے نہ اٹھے وہ نقشِ پا ہوں ہیں

شاعر کو نعت لکھنے کا ثواب اور اس کے داد لوگوں سے نہیں چاہیے بلکہ وہ خدا سے داد کا طلب گار ہے جو مصطفیؐ کی حقیقی معرفت رکھتا ہے۔ شاعر کہتا ہے نعت میرے لیے نماز ہے

خدائے فن سے طلب گارِ داد ہوں شوذبؔ

یہی نماز ہے جو نعت پڑھ رہا ہوں

نماز ذکر خدا ہے اور نعت ذکر مصطفیؐ۔ یہاں شاعر کی نماز کو نعت سے تشبیہ دینا قطعی یہ نہیں کہ شاعر نماز نہیں پڑھتا اور صرف نعت کہتا ہے بلکہ یہاں ہمیں شاعر کی معرفت کی داد دینی چاہیئے کہ اس کی فکر خدا اور رسولؐ کی معرفت سے لبریز ہے اور یہ اس کا فن ہے کہ نماز کو نعت سے تشبیہ دے رہا ہے۔

شاعر کو مدینے پاک سے اتنی محبت ہے کہ وہ مدینے کی زمیں کو عرشِ بریں سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتا ہے

یہ خطہء ارضی ہے مجھے خلد سے پیارا

یہ عرشِ بریں ہے کہ مدینے کی زمیں ہے

حضرت علی کو آئنہ محمد مصطفیؐ اور آئنہ خدا کہا ہے

تو سر بسر آئنہ خدا کا ہے

حق ہو بہو آئنہ ہے تیرا

رسول اکرمؐ نے حضرت علی کے بارے ارشاد فرمایا تھا

"حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہے"(۲)

ایک اور جگہ پر شاعر نے لکھا:

؎ جز علی یارو نبی کا ہمنوا کس کو کہیں
ہم محمد اور خدا کا آئنہ کس کو کہیں

ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ:

؎حق نے عین اللہ ،لسان اللہ ،ید اللہ کہ دیا
تم ہی بتلاؤ نصیری اب خدا کس کو کہیں

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہ کی معرفت رکھتے ہوئے شاعر نے انہیں جلوہ یزداں کہا ہے تو کہیں حاصل ایمان کہا ہے۔ نمونے کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

آقا ہیں نور، نیرِ تاباں ہیں فاطمہ
ایماں علی تو حاصلِ ایماں ہیں فاطمہ
زہرا ،بتول ،راضیہ و مرضیہ خطاب
احمد کے گھر میں جلوہء یزداں ہیں فاطمہ

حضرت امام حسین علیہ اسلام جنہوں نے یزیدیت کو بے نقاب کیا اور آج تک یزیدیت مردہ باد ہے۔ شاعر نے امام حسینؑ کو کہیں صبر کا خدا کہا ہے تو کہیں لا الہ تو کہیں ضربِ لا کہا ہے۔ کہیں نورِ عینِ ذات تو کہیں امامِ کائنات کہا ہے۔

شاعر نے اپنی شاعری کو بے مثال تشبیہات اور استعاروں سے سجادیا ہے وہ تشبیہات اور استعاروں کو حسن کی روح سمجھتے ہیں اور اس فن کے امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ امام حسینؑ کے متعلق انہوں نے جو شاعری کہی وہ بھی ان کے عمدہ مثال ہے۔ شاعر نے لکھا

؎ حسین انتہا بھی ہے حسین منتہا بھی ہے
حسین اصولِ دین بھی حسین دیں پناہ بھی ہے
یزیدیت اٹھائے سر تو پھر یہ ضربِ لا بھی ہے
حسین، اس میں شک نہیں بنائے لا الہ بھی ہے
وہ عزم کا ہے نا خدا، وہ صبر کا خدا بھی ہے

حسین روحِ انقلاب رہبر حیات ہے
حسین کو ثبات ہے کہ نورِ عینِ ذات ہے
حسین کی جو بات ہے وہ بہترین بات ہے
حسین کی گرفت میں زمامِ کائنات ہے
وہ امن کا پیام بروہ وقت کی صدا بھی ہے

حضرت عباس علمدار کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کو شجاعت کی وجہ سے "شجاعت کا جہان" کہتے ہیں۔

اپنی شجاع اور وفاداری کی وجہ سے حضرت عباس علمدار کے چرچے تھے اپنے والد گرامی حضرت امام علیؑ کی طرح شجاع اور بہادری میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ نمونے کے چند اشعار درج ذیل ہے

ےعلی کا لال ہے ام البنین کا فرزند
پدر کی طرح شجاعت کا اک جہاں غازی
خدا کی فوج کا افسر، امیر سیف زناں
وفا کے قافلے کا میر کارواں غازی
عد و کی فوج پہ وہ حملہ ہائے ترکانہ
شبیہِ حیدرِ صفدر ہے بے گماں غازی
شجاع ابن شجاع اور راز حق کا امیں
عدوئے دیں کے لیے تیغِ بے اماں غازی

حضرت عباسؑ حضرت امام حسینؑ کے بھائی تھے مگر کبھی بھی ان کو بھائی کہہ کر نہیں بلاتے تھے۔ ان کا احترام کرتے تھے۔ اور مدینے سے لیکر کربلا تک حضرت امام حسینؑ کی بیٹیوں کے لیے ان کا اعتماد تھے۔

اخی حسین کا اور اعتمادِ اہل حرم
خیام شاہ کی حرمت کا پاسباں غازی
تمام عمر نظر میں رکھا مقامِ امام
رہا طریق ادب کا نگاں باں غازی

شوذبؔ کاظمی نے کربلا کی سرزمین کو جہاں امام حسینؑ کو اولاد و اصحاب سمیت بے دردی سے شہید کر دیا گیا، جنت کا ٹکڑا کہا ہے۔ امام حسینؑ نے اس بنجر زمین کو کربلائے معلی بنا دیا۔

ے کربلا کو شاہ نے جنت کا ٹکڑا کردیا
اپنی مقتل گاہ کو کعبے کا کعبہ کردیا

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ے مولا کے زائرین کی ہے جان کربلا
فردوسِ ارض شہروں میں ذیشان کربلا

اسلوب کے حوالے سے بات کریں تو شوذبؔ کاظمی نے اپنی شاعری میں سادہ اور اور آسان اسلوب اپنایا، ان کی زبان شستہ، کلام صاف بیان ایسا پاکیزہ جیسے باتیں کرتے ہیں۔ پروفیسر غضنفر حسین شاہ کہتے ہیں۔

"شوذبؔ کاظمی کا اسلوب نہایت سادہ اور آسان ہے۔ قاری کو آسانی کے ساتھ شعر کے مفہوم تک پہنچ سکتا ہے"(۳)

پروفیسر مہر محمد خان نے اپنے انٹرویو میں کہا:

"میں نے ان کی شاعری کا مطالعہ کیا حالانکہ مجھے شاعری سے کچھ خاص لگاؤ نہیں تھا مگر ان کی شاعری آسان زبان میں اور قاری کو آسانی سے سمجھ میں آجانے والی ہے ایک سے دوبار شعر پڑھیں تو ذہن میں نقش ہو جاتے ہیں۔"(۴)

شوذبؔ کاظمی چونکہ حضرت امام موسی کاظمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت امام موسی کاظمؑ حضرت محمدِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتویں جانشینِ امامت ہیں۔ ان کی ولادت سات صفر المظفر میں ہوئی۔ اپنے جد کی شان میں قصیدہ لکھتے ہوئے شاعر نے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

درودِ پاک ہے موسیٰ کاظمؑ کا
جہاں میں نور ہے اترا امام کاظمؑ کا
پکارتے ہیں عزادار سارے مولا مدد

صفر میں دیں جو حوالہ امام کاظمؑ کا

چراغاں گنبدِ خضرا پہ ہے مدینے میں

دو جگ پہ نور جو چھایا امام کاظمؑ کا

ہے باپ شکر کے سجدے میں اور گھرانہ خوش

ملا خدا سے جو تحفہ امام کاظمؑ کا

زمیں کو ناز سے تکتے ہیں آسماں والے

بنا ہے عرش پہ حلقہ امام کاظمؑ کا

سلیقہ آگیا خلقت کو غصہ پینے کا

یہ مستقل ہے کرشمہ امام کاظمؑ کا

قبول کرتے ہیں تحسین جعفرِ صادق

خوشا ظہور کا لمحہ امام کاظمؑ کا

رواں ہے دونوں جہانوں کے درمیاں ہر پل

شعور و فکر کا دریا امام کاظمؑ کا

بس ایک لمحہ میں اترا فلک سے دھرتی پر

ستارہ پا کے اشارہ امام کاظمؑ کا

زمانہ محو مناجات ہے اس لیے ہے یہاں

کہ معتبر ہے وسیلہ امام کاظمؑ کا

صدائے مرحبا گونجی فضاؤں میں ہرسو
سنا جو خلق نے مژدہ امام کاظمؑ کا

ہمیشہ روضے پہ رہتا ہے زائروں کا ہجوم
ہے مثل کربلا روضہ امام کاظمؑ کا

عزیزو بابِ حوائج کھلا ہے کرلو دعا
کرم ہے حد سے زیادہ امام کاظمؑ کا

ضرور حشر میں ہارون سے یہ ہوگا سوال
کہ تھا قصور بھلا کیا امام کاظمؑ کا

عطا ہوا جو مجھے کاظمین سے شوذبؔ
ہے میرے جد کا قصیدہ امام کاظمؑ کا

(غیر مطبوعہ کلام)

شوذبؔ کاظمی کی شاعری پر غنائیت کا غلبہ ہے۔ انہوں نے مترنم الفاظ اور ایسی بحروں کا استعمال کیا ہے جن سے خود بخود غنائیت پیدا ہوتی ہے۔ان کی نظمیں اس بات کا ثبوت ہیں " پاکستانی بچوں کا گیت " "عزم و عمل "، "تو زندہ ہے اے دیس"، " احسان قائد "، "اعزازِ وطن "، " افکارِ دائم "، " آبروئے چمن " وغیرہ۔ نظمیں ترنم کے رنگ میں ڈھالی گئی ہیں۔ نمونے کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

یہ قائد اعظم کی امیدوں کا ستارا
اللہ کا انعام ہے یہ دیس ہمارا

(اعزِاز وطن)

قائد اعظم سے پاکستان پاکستان ہے۔
قائد اعظم کی اونچی شان ، اونچی آن ہے

(عزم و عملؒ)

بچے بچے کے ہونٹوں پر ایک ترانہ جاری ہے
پاکستان ہمارا اس کی ہر اک چیز ہماری ہے

(پاکستانی بچوں کا گیت)

شوذبؔ کاظمی نے اپنی شاعری میں چھوٹی اور آسان بحریں استعمال کی ہیں۔ مشکل اور بڑی بحروں کا استعمال بھی کیاہے۔ مگر ان کی زیادہ تر شاعری چھوٹی بحروں پر مشتمل ہے۔ علمِ عروض پر ان کو مکمل عبور حاصل ہے۔ ان کی نظم "افکار دائم" چھوٹی اور آسان بحر میں ہے۔

تیرا پیغام عام
کام کام اور کام
تیرا رتبہ بڑا
تیرا اعلیٰ مقام
تیرے افکار کو
جگ میں حاصل دوام
دل سے ہوگا نہ کم

یہ ترا احترام

تا قیامت رہے

تجھ کو حاصل دوام

جاری ہے آج بھی

تیرا فیضان عام

نذرِ قائد کئے

سب عقیدت کے جام

رہبر ملک تو

قوم کا تو امام

کاش ہم کو ملے

تیرا قائم مقام

پیش کرتے ہیں ہم

تجھ کو قائد سلام

(افکارِ دائم)

شوذبؔ کاظمی کی نظم "گوہرِ یکتا" دیکھ لیں

اے قائدِ اعظم تو

عظمت کا ستارہ ہے

جی جان سے پیارا ہے

ملت کے مقاصد کا

تابندہ ستارہ ہے

ہر نقش سنوارا ہے

(گوہرِ یکتا)

پاکستان کے حصول میں قائداعظم کا میر کارواں ہونا، ان کی بلند نگاہی اور جان کی پر سوزی کا ثبوت ہے۔ اس لیے ان کی شان میں جتنا کہا جائے کم ہے۔

شوذبؔ کاظمی ایک پختہ کار شاعر ہیں فنِ شعر گوئی پر ان کو پورا عبور حاصل ہے وہ اپنے جذبوں کی تجسیم میں کمال رکھتے ہیں۔ انہوں نے قائداعظم کی حیات بابرکات پر جن عنوانات کے تحت نظمیں کہی ہے ان کو زندہ و جاوید کر دیا ہے۔

آبروئے چمن، آسمانِ وطن، آہنی چٹان، احسانِ قائد، اساسِ حریت، اعزازِ وطن، افکارِ دائم، ایثارِ مجسم، برگ د ثمر، بقائے دَوام، پاسبان ملت، تائیدِ مشیت، تجسیمِ ہنر، جاوداں کامراں، جذبہ ء ایمانی، جرأتِ بے باک، جرأتِ رندانہ، چراغِ امن، چراغعزم، چراغِ منزل، چشمِ بصیرت، حرمتِ پائندہ، حریتِ فکر، حصارِ امن، حیاتِ تازہ، دانائے راز، رشکِ جناں، رموزِ بقا، روحِ صداقت، روحِ عمل، روحِ قیادت، روحِ گلستان، روح و رواں، رہبرِ عظیم، زندہ بانکپن، سعیِ عمل، سوزِ یقین، شعاعِ امید، شعلہ ء احساس، شمعِ یقیں، شیریں نوا، صبحِ طرب، صبحِ نمود، صَدَفِ جاں، عالی مقام قائد، عزمِ حسینؑ، عزمِ مستقل، عزمِ نو، عزم و عمل، عظمتِ کردار، عظیم رہبر، عکسِ فراست، فروغِ ملت، گوہرِ یکتا، مستقل دیرپا، مشعلِ حیات، معراجِ عمل، معیارِ ملت، منزل آشنائی، منشورِ حق، موجِ نور، مہرِ ضَوفشاں، مہرِ منور، نباضِ دوراں، نشانِ استقامت، نظمِ ہستی، نغمہ ء ادراک، نقیبِ بہار، وقارِ فراواں، ہلالی عَلَم، یقینِ صبح، یہ بہتر عنوانات شوذبؔ کاظمی کے ذہن رسا اور حرمت تخلیق کی دلیل ہے۔ ان

کی گرفت فن پر اتنی مظبوط ہے کہ یہ نظمیں مختلف بحور میں کہی گئی ہیں۔ ایک موضوع پر اتنے بے ساختہ اشعار کہنا یقیناً شوذب کاظمی کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ باتیں ایسی اور مضمون ایسے کہ دل میں اتر جائیں۔ یہ نظمیں اس بات کا بھی ثبوت ہیں وہ دل کی بات لبوں پر لانے میں قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی نظم "آبروے چمن" میں دیکھئے کہ ان کی دعا قبولیت کے کن مدراج پر ہے۔

اے خدا ملک قائد سلامت رہیں
لوح عالم پہ ثبت اس کی عزت رہے
ظلمت شب کو جس نے سحر کر دیا
جاوداں اس کا ذوق قیادت رہے

(بحضورِ قائدِ اعظم)

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا تو شوذب کاظمی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے لیکن ان کی نظم "احسان قائد" سے یوں لگتا ہے کہ وہ عالم ارواح سے دیکھ رہیں تھے اور جو کچھ دیکھ رہیں تھے اس کو قلمبند کر دیا۔

قائد کا بڑا احسان ، گھنیرا سایہ ہے
پیغام مفکر دھرتی کا سرمایہ ہے
رحمت کا بادل ہر پل چھایا ہے
میں مست الست ہوں اس رحمت کے ساون میں
ہے قائد کا یہ دیس میری ہر دھڑکن میں

(بحضورِ قائدِ اعظم)

ان نظموں کو پڑھ کر یوں لگتا ہے زبانوں کی تمام لغتیں لفظوں کی سوغات لے کر شوذبؔ کاظمی کے حضور باادب ایستادہ ہیں۔ وہ جو لفظ چاہتے ہیں اس کو چن کر قائد اعظم کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔

دلوں کو اک لگن دی اور سوزوساز بخشا ہے
وطن کو اک شرف ،اک ناز،اک انداز بخشا ہے
غرض حسن عمل سے دائمی عزاز بخشا ہے
خدا کا شکر اپنے دیس کا ہے معترف عالم
فضا میں ہر گھڑی لہرارہا ہے دیس کا پرچم

(بحضورِ قائدِ اعظم)

قائد اعظم کے افکار و خطابت پر انہیں اتنا یقین ہے جیسے اس کائنات کے ہونے پر ،یا اپنے وجود کی اصالت پر۔ اس یقین کی اصابت یہ ہے شوذبؔ کاظمی نے وجودی سفر سے ماوراروحانی ارتقا کی منزل کو دیکھ لیا ہے اور اس کو بیان و کلام میں لاکر عام کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ سوچ کی، فکر کی موجیں جب سطح وجود پر آتی ہیں تو ہر اس جمود کو توڑ دیتی ہے جو مصلحت اندیشی اور کم نظری کی پیداوار ہوتی ہے،اس جمود کے ٹوٹنے سے آزادی احساس کا نور جب ضوفشاں ہوتا ہے تو "پاسبان ملت" کے عنوان سے شوذبؔ کاظمی کی شاعری اس طرح گویاہوتے ہے۔

ملک و ملت کا ہے پاسباں تو
عزم کا ایک روشن نشاں تو
تو اصولوں کا بے مثل پیکر
امتِ مسلمہ کا تو رہبر
ہر جری قوم ہے تیرا لشکر
دیس ہے اپنی جاں اسکی جاں تو

(بحضورِ قائدِ اعظم)

کہا جاتا ہے کہ فرد اپنی قوم سے پہچانا جاتا ہے لیکن شوذبؔ کاظمی کے نزدیک قوم جس فرد سے پہچانی جاتی ہے وہ قائد اعظم ہے۔ یہ بات شوذبؔ کاظمی کے ذہن میں کیسے آئی، اور اسے کیسے یقین آیا کہ قائد اعظم نا ہوتے تو پاکستان نا ہوتا۔ برصغیر کے مسلمان کبھی آزادی کی سانس نا لیتے۔ لیکن ساتھ ساتھ انہیں تائید مشیت کا بھی خیال ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کے لیے یہ ایک نکتہ ایمان ہے۔ ایک نظم "جرأت بے باک" میں کچھ اس طرح قائد کے حضور اپنے جذبوں کی تجسیم کرتے ہیں:

مرے شاداب گلشن میں بہاراں تیرے دم سے ہے
بہاراں تیرے دم سے ہے گلستاں تیرے دم سے ہے

(جراتِ بے باک)

ہے پوری قوم تیری جراَت بے باک پرشیدا
تیری فہم و فراست پر، تیرے اداک پر شیدا
تیری خلدِ یقیں پر، یعنی ارض پاک پر شیدا
دیا ادراک آزادی کا صدیوں کے غلاموں کو
مرے قائد بصیرت چومتی ہے تیرے قدموں کو

(بحضورِ قائدِ اعظم)

اس طرح تمام کی تمام نظمیں ایک خاص رنگ و آہنگ لئے ہوئے ہیں۔ قائد اعظم کی ذات گرامی کو شوذبؔ کاظمی نے کس نظر سے دیکھا ہے اور اس کے اظہار میں کن کن لفظوں کا انتخاب کیا ہے وہ نظموں کے عنوانات سے ظاہر ہے اگر ایک ایک عنوان کی تشریح و توضیح کی جائے تو اس کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ ان نظموں سے ایک بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ شوذبؔ کاظمی نے پاکستان، پاکستان کے ہنستے بستے لوگ، پاکستان کی سرزمین ،پاکستان کے دریا پہاڑ، وادیاں، لہلہاتے کھیت کھلیاں، ابر و ہوا، غرض یہ کہ پاکستان کے ذرے ذرے کو

قائداعظم کی ذات سے منسوب کیا ہے۔ ان کے نزدیک وطن عزیز کی درخشانی و تابانی قائد اعظم کی مرہونِ منت ہے۔

ان کے نزدیک قائد اعظم ایسے مرد مومن تھے جنہیں اپنی متاع عزیز تحفظ خوب آتا تھا، دست و بازو میں ایک ایسی قوت تھی کہ وہ جابروں کے ہاتھوں اپنا حق چھین لینا جانتے تھے، اور واقعی انہوں نے ہزارہا نامساعد حالات کے باوجود غاصبوں سے آزادی چھین لی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت کہ اگر اللہ تعالی کی رضا اور قائد اعظم کی قیادت برصغیر کے مسلمانوں کے لیے نہ ہوتی تو آج اپنا ملک نہ ہوتا اور ہم ایک آزاد خود مختار اور باوقار قوم کی طرح زندگی بسر نہ کر رہے ہوتے۔

قائداعظم کی ذات گرامی پر شوذبؔ کاظمی کی یہ بہتر (۷۲) نظمیں ان بہتر نقوش پاک کی دعا ہیں جو میدان کربلا میں حق علم بلند کرتے کرتے رضا کے حق کے اصولوں پر قربان ہو گئے، ظاہر الیکن زندہ و تابندہ ہیں۔ جب کے پاکستانی قوم اور پاکستان زندہ ہیں تو قائد اعظم کا نام نامی بھی زندہ و پائندہ ہے۔

شوذبؔ کاظمی کی اس بے بہا کاوش نے جو اولین بھی ہے اور منفرد بھی ایک ایک راستے کا تعین کر دیا ہے جو اپنے اکبرین کی عظمت کی مشعلیں روشن کئے رواں دواں ہے دور حاضر میں تہذیب نو کے نام پر جو جو اختراعات وضع کی جاری ہیں اور احترام انسانیت کو جس طرح پامال کیا جا رہا ہے۔ شوذبؔ کاظمی نے ان کی مذمت کی ہے اور اس بات کا درس دیا ہے کہ "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" یعنی اپنی اصل اور اس کی جراتوں کو پرکھ اور یاد رکھ۔

ان نظموں سے شوذبؔ کاظمی یہ پیغام دیتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں کہ تمام پاکستانیوں کا بالخصوص شاعروں اور ادیبوں کا فریضہ ہے کہ وہ قائداعظم کے عمل اور پاکستان کی تاریخی معنویت کو سمجھیں، اپنی قوم کے اس شعور کو اجاگر کریں کہ ہم کیا ہے، ہماری روایات کیا ہے، ہمارا ملک کیا ہے، ہم دنیا میں کس طرح ایک باوقار قوم کی طرح زندہ رہ سکتے ہیں شوذبؔ کاظمی کے اس راستے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنی قلمی سفر کی سمت کا از سرِ نو تعین کریں۔

شوذبؔ کاظمی کی یہ کاوش ایک انمول سرمایہ ہے، وطن عزیز کے لیے۔ یہ نظمیں ان کے محب ہونے کے جہاں غیر متزلزل دلیل ہیں وہاں ان کے فن کی میراث بھی ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ شوذبؔ کاظمی کا تقریبا سارا مذہبی کلام پر مطبوعہ ہے اور ان کی شعری کا مرکز اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مصائب ہے۔

"حضرت امام علی علیہ اسلام کی فضیلت پر اپنا کلام بحر "فاعلاتن مفاعلن فعلن" میں لکھا

شاہ ِجن و بشر علی مولا
نامِ فتح و ظفر علی مولا
نورِ شمس و قمر علی مولا
رہنمائے خضر علی مولا
مردِ تیغ دوسر علی مولا
دین ِحق کی سپر علی مولا
آج لب ہے نعرہ حیدر مولا
اپنا رختِ سفر علی مولا
آج مولائیو ہے عید غدیر
خبر خوش اثر علی مولا
آج قرآں نے ہے قرار دیا
مالک بحر و بر علی مولا
آج میداں میں آگئے شوذبؔ
دستِ سردار پر علی مولا

(غیر مطبوعہ کلام)

بحر "مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن" کی طرز پر امام حسینؑ پر لکھا گیا کلام شوذبؔ کاظمی

جہانِ صبر میں شبیر(ع) سی مثال نہیں ہے
جوان لاشہ اٹھایا ہے پر نڈھال نہیں ہے

مٹا دے شاہ(ع) کا غم ، ظلم کی مجال نہیں ہے
یہ غم محیطِ دوعالم ہے ، خال خال نہیں ہے

سہا ہے تیر جو ہنس کر ، بتایا شہ(ع) کے پسر نے
شکست فوجوں کو دینا ذرا محال نہیں ہے

یہ زندگانی ملی ہے ، غمِ حسینؑ کی خاطر
نظیرِ لختِ دلِ شیر ذوالجلال نہیں ہے

لہو سے لا الہ جو لکھ دیا ہے سبطِ نبی(ص) نے
زوال سب کو ہے لیکن اسے زوال نہیں ہے

اسے پکارتا ہے سجدہ ، شاہِ کرب و بلا کا
جسے نماز کا بینِ عزا خیال نہیں ہے

نجاتِ امتِ جد ، مقصدِ حسین(ع) ہے شوذبؔ
نگاہِ شاہ(ع) میں بیعت کا ہی سوال نہیں ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

انہوں امام سجادؑ کی شہادت کے موقع پر جو اپنا کلام لکھا وہ چھوٹی بحر میں ہے۔

بحر "فاعلاتن مفاعلن مفعول" ہے۔

نام لے لے کے شام کا سجادؑ
خون روتے رہے سدا سجادؑ

بن گئے بانیِ عزا سجادؑ
رکنِ خاصانِ کبریا سجادؑ

بین کرتے ہیں کہہ کے یوں باقر(ع)
ہائے بیمارِ نینوا سجادؑ

چہلم شاہؑ کربلا کرنے
شام سے آئے کربلا سجادؑ

زورِ خیبر شکن تھا ہاتھوں میں
پھر بھی تھے پیکرِ رضا سجادؑ

گردنِ زین العابدین چِھدی
سہہ گئے طوق کی جفا سجادؑ

ہتھکڑی والے ہاتھ اٹھا کر بھی
مانگتے رہتے تھے دعا سجادؑ

دیا عبد الملک نے زہرِ ستم
ہو گئے راہیِ قضا سجادؑ

ساربانِ حرم بھی ہیں ، شوذبؔ
دونوں عالم کے پیشوا سجادؑ

حضرت امام باقرؑ پر بحر "مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن" پر لکھا گیا کلامِ شوذبؔ کاظمی

بچپن تھا جنکا واقعۂ کربلا کے ساتھ
ان پر ستم ہے آج روا ، انتہا کے ساتھ

ایسا سلوک؟خامسِ آلِ عبا(ع)کے ساتھ
باقر(ع)شہید ہوگئے زہرِ جفا کے ساتھ

یثرب میں پھر ہے شورِ بُکا ، وا مصیبتا
طیبہ کو آج دیکھا ہے پھر سے عزا کے ساتھ

کیونکر نہ حال جعفرِ صادق(ع) کا غیر ہو
امت کا ظلم دیکھا روا قبلہ گہ کے ساتھ

ذی الحج کی ساتویں تھی کہ جب باقرالعلوم
واصل ہوئے نبیرۂ شیر خدا کے ساتھ

سینوں پہ ہاتھ ، آنکھوں سے ہیں اشکِ غم رواں
ظالم نے ظلم ڈھا دیا شہ(ع)کو بٹھا کے ساتھ

شوذبؔ جو دیکھنی ہوں علی(ع) کی عبادتیں
باقر کو دیکھو سجدے میں زین العبا کے ساتھ

(غیر مطبوعہ کلام)

پنجتن پاک جب کسائے بیت پیغمبرؐ میں آئے تب شوذبؔ کاظمی کا بحر مفعول فاعلات مفاعیل فعلن میں لکھا گیا کلام

یکجا ، جو زیرِ گوشۂ چادر ہیں پنجتنؑ
زہرا(س) کے گھر میں عرش کے ہمسر ہیں پنجتنؑ
تفسیرِ پاکِ سورۂ کوثر ہیں پنجتنؑ
خیرِ کثیر و جلوۂ داور(ج) ہیں پنجتنؑ
زیرِ کسائے بنتِ پیمبر(ص) ہیں پنجتنؑ
عرفان و آگہی کا ، سمندر ہیں پنجتنؑ
کون و مکاں میں ، اعلیٰ و برتر ہیں پنجتنؑ
توحید کے ، جہان میں مظہر ہیں پنجتنؑ
قرآں بدست ، زینتِ منبر ہیں پنجتنؑ
خاموش ہے زمانہ ، سخنور ہیں پنجتنؑ
ہر رازِ کبریا(ج) کے شناور ہیں پنجتنؑ
دینِ خدا کے ، مصدر و محور ہیں پنجتنؑ
مانگے بنا ہی دیتے ہیں خیرات بے بہا
ایسے سخی ہیں ، ایسے تونگر ہیں پنجتنؑ
چاروں کتابیں ، اِن کے فضائل پہ ہیں دلیل
کونین کے علوم کے خوگر ہیں پنجتنؑ
آیت مباہلے کی پڑھو ، جان لو مقام

تابندہ مہر و مہ سے بھی بڑھ کر ہیں پنجتنؑ

یہ پنجتنؑ ہی شان ہیں بارہ کی ، چودہ کی

ہر زاویئے سے نور کے پیکر ہیں پنجتنؑ

شوذبؔ ، ہے اِن کی آیۂ تطہیر میں ثنا

خود کردگارِ حق کے ثناگر ہیں پنجتنؑ

(غیر مطبوعہ کلام)

شاعر نے اس سال اربعین پر جانے کا ارادہ کیا ہے۔ انہون نے امام حسینؑ کی بیٹی پر مرثیہ لکھا جنکا نام سکینہ بنت الحسینؑ تھا اور وہ شام کے زندان میں وفات پا گئیں ان کا مزار بھی شام میں ہے تو شاعر کے دل کی حسرت ہے کہ وہ شام جائیں اور روضہ سکینہ بنت الحسینکی زیارت کریں۔ تو انہوں نے اپنے کلام سکینہ بنت الحسینؑ کہا جو کہ درج ذیل ہے۔

تسکین دل بابا کا ہے نام سکینہ

ہے سبط محمدؐ کی دل آرام سکینہ

ہیں جب سے مخصوص یہ ایام سکینہ

سب نوحوں کا عنوان ہے اک نام سکینہ

زندان جہاں آپ نے دم توڑا وہاں اب

کہرام ہے کہرام ہے کہرام سکینہ

اصغر کی طرح باغ حسین ابن علی میں

گلفام ہے گلفام ہے گلفام سکینہ

مشک و علم و پنجہ کی برکات سے ہر پل

تاباں ہے مرے گھر کے در بام سکینہ

امسال نجف کربلا جانا ہے مشی کو

بلوایئے گا اگلے برس شام سکینہ

جو تجھ سے بے بہرہ اے مخدومہ شوذبؔ

کیا ذکر سے تیرے ہے اسے کام سکینہ

(غیر مطبوعہ کلام)

شاعر کے دل میں جو کربلا جانے کی تمنا ہے اس کو "بحر مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن" میں لکھتے ہیں

مولا(ع) کے زائرین کی ہے جان کربلا

فردوسِ ارض ، شہروں میں ذیشان کربلا

ہر دل ، ہر اک نظر کا ہے ارمان کربلا

" انساں پہ ہے حسین(ع) کا احسان کربلا "

تجھ سے ہی تازہ رہتا ہے ایمان کربلا

تجھ میں کشش ہے دیں کی فراوان کربلا

مکے مدینے جیسے مراکز کو چھوڑ کر

سبطِ نبی(ص) ہوئے ترے مہمان کربلا

خاصانِ کبریا(ج) میں گنے جائیں گے سدا

ستر دو تن ، ترے یہ شہیدان کربلا

پایا ہے غم حسین(ع) کا ، اور نعمتیں ہزار
پھیلا کے تیری راہ میں دامان کربلا
سینے پہ تیرے لکّھی گئی ہے جو داستاں
محور ہے اُسکا شام تو عنوان کربلا
خاکِ شفا کے جلوے ہیں پل پل نگاہ میں
سرمہ ہے اپنی آنکھ کا ، ہر آن کربلا
زوّارِ اربعین کا پا لینے تک خطاب
شوذبؔ ہے میرے واسطے ملتان کربلا

(غیر مطبوعہ کلام)

ان کا ایک اور کلام کربلا اور شام جانے کی تمنا دل میں رکھتے ہوئے "بحر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن" میں لکھتے ہیں

راضی ہوئیں ہم سب سے جو زہرا(س) تو چلے ہم
چمکا جو مقدر کا ستارہ تو چلے ہم
سامان بہم پایا سفر کا تو چلے ہم
جب کربلا سے آیا بلاوا تو چلے ہم
وا دیکھا جو خود پر درِ توبہ تو چلے ہم
دیکھا سبھی کمیوں کا ازالہ تو چلے ہم
شبیر(ع) مرا مجھ سے ہے شبیر (ع) سے مَیں ہوں

اِس قول پہ سرکار(ص) کے سوچا تو چلے ہم

الجھاووں میں دنیا کے تھے الجھے ہوئے کب سے

چھٹکارا جھمیلوں سے جو پایا تو چلے ہم

خاکِ درِ شہ(ع) پانے ، درودوں کی فضا میں

سودائے جہاں جانا جو مہنگا تو چلے ہم

دورانِ مشی کر چکے موکب پہ جب آرام

اور پائی طبیعت تر و تازہ تو چلے ہم

کیں اذنِ زیارات کی ، دن رات دعائیں

ثمرہ ملا ہر ایک دعا کا تو چلے ہم

ہم چاہتے تھے ، روضۂ زینب(س) پہ بھی جائیں

شوذبؔ جو ملا شام کا ویزہ تو چلے ہم

(غیر مطبوعہ کلام)

انکا ۲۱ اگست ۲۰۲۳ کو لکھا ہوا تازہ کلام "طرحی مصرعہ "چلنا ہے سوئے کربوبلا اربعین پر" پر کہا گیا ہے۔

انہوں نے واٹس ایپ پر ایک گروپ مشقِ سخن جاری کے عنوان سے بنایا ہوا ہے۔ جس میں پاکستان، انڈیا و دیگر ممالک سے شعراء اپنا اپنا کلام دیے گئے طرحی مصرعہ پر بھیجتے ہیں۔ شوذبؔ کاظمی ان کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ میں خود اس گروپ میں شامل ہوں اور اپنا کلام دیے گئے طرحی مصرعے پہ کہنے کی کوشش کرتا ہوں اور شوذبؔ کاظمی صاحب سے اصلاح لیتا رہتا ہوں۔

اس سال ان کے دل کی تمنا پوری ہو رہی ہے وہ کربلا جانے کے لیے رختِ سفر باندھ چکے ہیں۔ ان کے مسلسل طرحی مصرعہ کلام بھی اسی مناسبت سے آرہے ہیں ان کا نیا کلام کربلا جانے سے پہلے جو آیا وہ اس بحر "مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن" پر ہے۔

جا کر نجف اے اہلِ عزا اربعین پر
چلنا ہے سوئے کرب و بلا اربعین پر

چہلم سبھی منائیں گے خاصانِ کبریا
کربل میں ہو کے محوِ بُکا اربعین پر

شکلِ مشی بنے گی جہاں میں جگہ جگہ
لائے گا رنگ جوشِ وِلا اربعین پر

اس پر کریمِ کربلا(ع) کی ہوگی چشمِ خاص
حُر سا جو کوئی دیکھا گیا اربعین پر

لبیک یا حسین کے نعروں کی گونج میں
" ہَل مِن" کا حق کریں گے ادا اربعین پر

شہرِ وِلا سے شہرِ عزا تک نمازِ عشق
ہو گی ادا بفضلِ خدا اربعین پر

زوّار کے قدم سے ملائے ہوئے قدم
عرشی بھی ہونگے محوِ عزا اربعین پر

ہونگے عَلَم اٹھا کے جو آمادۂ سفر
ان پر کرے گی ناز وفا اربعین پر

چل کر نجف سے کربلا ، پیہم پیادہ پا
شوذبؔ کریں گے حق سب ادا اربعین پر

(غیر مطبوعہ کلام)

ڈاکٹر راضیہ بتول جعفری بھی ان کے فن کی داد دیتے ہوئے لکھتی ہیں۔

"شوذبؔ کاظمی ایک زود گو شاعر ہیں اور علمِ عروض پر انہیں مہارت حاصل ہے۔ وہ مسلسل کلام لکھتے رہتے ہیں۔ ان کے کلام کا موضوع اہل بیت کی شان اور ان پر آنے والے مصائب پر انحصار کرتی ہے"(۵)

شوذبؔ کاظمی فن شاعری سے اچھی طرح واقف ہیں اور علمِ عروض پر بھی انہیں مہارت حاصل ہے۔ پروفیسر غضنفر حسین شاہ ان کے فن کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں

"علم و عروض پر شوذبؔ کاظمی کو عبور حاصل ہے۔ ان کے سامنے کوئی شعر غلط پڑھے تو اسے ٹوک دیتے ہیں۔ اول تو اصلاح کرتے ہے مگر دوبارہ غلطی کرنے پر خفا بھی ہو جاتے ہیں"(٦)

منظر نگاری کے حوالے سے بات کرتے تو شوذبؔ کاظمی کی مرثیہ نگاری کا مرکزی نقطہ ہے۔ وہ الفاظ وتراکیب میں ماہر ہیں۔ ان مرثیوں میں جگہ جگہ منظر نگاری کی مثالیں نظر آتی ہے۔ نمونے کی چند مثالیں درج ذیل ہے۔

خود کربوبلا روئی، مخلوقِ خدا روئی
عاشورا کو جب گونجی ،اکبر کی اذاں بابا

(غیر مطبوعہ کلام)

شوذبؔ کاظمی کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے پند انصائح اور عظ و تلقین کے انبار لگائے بغیر مرثیہ کے کرداروں کے عمل سے اخلاقیات کا ایک لازوال خزانہ پیش کیا کر دیا ہے۔ لیکن کہیں کہیں اور خاص مرثیوں کی تمہید میں زندگی کے عبرت ناک پہلوؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے واعظانہ اور ناصحانہ رنگ بھی اختیار کر لیا ہے۔ اگر ہم مرثیہ کے موضوع کو پیش نظر رکھیں تو یہ بات کچھ زیادہ قابل گرفت نہیں کہی جا سکتی۔ اصل اخلاقی کشش ان حصوں میں ہے جہاں اپنے مقصد کی صداقت، برتری اور گہرائی پر کامل یقین رکھتے ہوئے بچے، جوان، عورتیں، عورت اور مرد سب موت کو خیر مقدم کرنے کے لیے تیار ہیں تا کہ حسینؑ کے مقصد کو تقویت پہنچے۔ اس طرح مرثیہ شاعری کے اس اعلی مقصد کا پایہ تکمیل تک پہنچا تا ہے جو اس کے اندر پوشیدہ ہے شوذبؔ کاظمی نے اخلاقی مسائل وعظ و نصیحت کے انداز میں بیان نہیں کیے بلکہ حالات و واقعات اور کرداروں کے ذریعے سے ابھارا ہے۔

شوذبؔ کاظمی اعلی پائے کے مرثیہ گو ہیں۔ انہوں نے مرثیہ کو بطور خاص اپنایا اور غزل گوئی چھوڑ دی۔ زبان و بیان کی رفعت اور تخلیق کی قوت میں انکا کوئی حریف نہیں۔ ان کے کردار حقیقت کے قریب معلوم ہوتے ہیں ۔ وہ مرثیہ میں مناظر اس طرح ڈالتے ہیں، گویا مصوری کر رہے ہوں۔ بندش الفاظ کے ماہر ہیں، موزوں اور دل کش تشبیہات، استعارے اور تراکیب احسن طریقے سے استعمال میں لاتے ہیں، مکالماتی انداز بھی دل کش ہے۔ وہ انسانی جذبات کا حقیقی اور پر اثر نقشہ کھینچتے ہیں، ضائع و بدائع میں خاص ملکہ رکھتے ہیں فارسی اور عربی کے الفاظ استعمال کر کے بھی دقیق اور مشکل صورت کا مرثیہ نہیں ہونے دیتے۔ روز مرہ استعمال کے الفاظ لاتے ہیں۔ ان منفرد فنی و فکری محاسن کے سبب سے ان کا مرثیہ ادبی لحاظ سے بھی اعلی ہے اور اخلاقی لحاظ سے بھی اپنی شان رکھتا ہے۔

حضرت قاسمؑ کی شہادت کے موقع پر بی بی زینب نے اپنے بابا حضرت علیؑ کو یاد کر کے جو بین کیا اس منظر کو شوذبؔ کاظمی نے اس انداز میں شعری روپ میں ڈھالا ہے۔

شبرؔ کی نشانی کے ، ٹکڑے کیے اس نے
قاسم کا لٹا سہرا، کیسے ہو بیاں بابا

حضرت سکینہ بنت الحسین کی قید میں ہونے کی منظر نگاری کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔

تھامے ہوئے عابد کا، دامان سکینہ ہے
کچھ دیر کی زنداں میں ، مہمان سکینہ ہے
رسی جو گلے میں تھی ، کھنچتی تو رلا دیتی
ظالم کے مظالم سے، ہلکان سکینہ ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

جب قید خانے میں بی بی سکینہ نے اپنے بابا کا کٹا ہوا سر مانگا۔ تو اپنے بابا کے کٹے ہوئے سر سے باتیں کرتے ہوئے وہیں اپنا دم توڑ گئیں۔ اس منظر کو شاعر نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

مع سکینہ کے ہوئے محو عزا شہ کے حرم
آیا جب شام کے زنداں میں سر شاہ امم
سر کے ملتے ہی سکینہ جو چلی سوئے عدم
غم شبیر کے ہمراہ تھا بچی کا بھی غم
چومتی جاتی تھی رو رو کے پدر کا چہرہ
چومتے چومتے بچی نے وہیں دے دیا دم

(غیر مطبوعہ کلام)

شاعر نے اپنی شاعری میں کربلا کے واقعات کی منظر نگاری کی اس میں ایک پر درد تاثر ہے۔ ظالموں کے مظالم سب کا ہی دل کانپ اٹھتا ہے کہ کربلا میں آلِ نبی کے ساتھ ہر دور کے ظالم وجابر حکمران نے ان پر جو ظلم کیا اسے سن کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

شوذبؔ کاظمی نے اپنی شاعری میں بیانیہ انداز، خطابیہ انداز، واقعات نگاری، مکالمہ نگاری کو شیریں اور موثر انداز میں پیش کیا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا بنت حضرت امام علیؑ نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اپنے مصائب کا حال اپنے بابا سے جس انداز میں سنایا شوذبؔ کاظمی نے اسے شعری انداز میں بیان کیا۔

سو جان سے میں قربان ، اے شاہ زماں بابا
زینب نے کہا رو کر، اب تک تھے کہاں بابا
بازاروں میں جانا ہے ، سر ننگے رسن بستہ
اب میں ہوں، اسیری ہے، خیموں کا دھواں بابا
اس وقت نہ آئے جب، اکبر کو لگی برچھی
شبیر نے مشکل سے، کھینچی وہ سناں بابا
ماں زہرا کی تربت پہ، جانا ہوا گر میرا
اماں کو دکھاوں گی ،رسی کے نشاں بابا
خود کرب وبلا روئی ، مخلوق خدا روئی
عاشورا کو جب گونجی ، اکبر کی اذاں بابا

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام عون اور دوسرے کا نام محمد تھا۔ ان دونوں کی شہادت پر شاعر نے منظر نگاری کا نقشہ یوں کھینچا!

زینب کی جوڑی کی وہ مسیں بھیگتی ہوئی

جن سے کلیجہ ہوتا تھا ٹھنڈا حسین کا

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت زینب خدا سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ میری قربانی قبول فرما تو شاعر اسے شعری روپ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

بولیں زینب قبول کر یا رب

فدیہ یہ عون کا، محمد کا

(غیر مطبوعہ کلام)

اچھا مرثیہ وہ ہوتا ہے جس میں لکھنے والے کی اپنی رنگ آمیزی کم سے کم ہو اور حقیقت کے نزدیک تر ہو۔ اس میں واقعات کے جز بھی زیرِ بحث لائے جاسکتے ہیں۔ لیکن ان میں حقیقت نگاری موجود ہونی چاہیے۔ فرضی اور خود ساختہ واقعات اور من گھڑت کہانیاں مرثیہ نگاری کی شان کے خلاف ہیں۔ اچھے مرثیے کی دوسری صفت کردار نگاری ہے۔

تمام کرداروں میں حضرت حسینؑ کا کردار بنیادی اور مرکزی ہوتا ہے۔ ایک اچھے مرثیے میں حضرت حسینؑ کو منفرد شان اور عزت و تکریم کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور انہیں دوسرے کرداروں سے بڑھ کر رفیع الشان قرار دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اخلاقی درس اور منظر نگاری بھی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جن کو بیان کرنے کرنے لیے ندرتِ بیان، زور بیان، تشبیہ و استعارے، ضرب الامثال اور محاورہ بندی، بندش الفاظ اور تلمیحات و

تراکیب اور دیگر فنی و فکری خصوصیات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ ایک شاہکار ادبی تخلیق مرثیے کی صورت میں پیش کی جاسکے۔

شوذب کاظمی نے مرثیہ نگاری کی ابتدا کی تو انہی اصولوں اور مرثیہ کے لوازمات کو پیش نظر رکھا اور اپنے فنی کمال سے مرثیہ کو ان بلندیوں تک پہنچادیا۔

حوالہ جات

۱۔ بلاغ القرآن، سورہ نجم، آیت نمبر ۴، ۳، ص:۶۱۷، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۲۔ کشف الیقین، مصنف: حسن بن یوسف بن مطہر حلی المعروف علامہ حلی، ناشر: مؤسسۃ آل البیت ۱۴۱۱ھ ص:۲۳۴

۳۔ انٹرویو مقالہ نگار، پروفیسر غضنفر حسین شاہ، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء بروز سوموار

۴۔ انٹرویو مقالہ نگار، مہر محمد خان، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء بروز سوموار

۵۔ انٹرویو مقالہ نگار، پروفیسر راضیہ بتول جعفری، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء بروز سوموار

۶۔ انٹرویو مقالہ نگار، پروفیسر غضنفر حسین شاہ، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء بروز سوموار

باب چہارم

شوذبؔ کاظمی کا ہم عصر شعرا میں مقام و مرتبہ

شوذبؔ کاظمی نے ادب کی جس صنفِ سخن کو بھی آزمایا۔اس میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوانے میں کامیاب ہوئے۔شاعری کی صنفِ غزل ہو یا صنفِ نظم میں حمد ہو یا نعت، قصیدہ ہو یا مرثیہ ہر صنف سخن میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔ مگر صنفِ شاعری میں مرثیہ کو ہی اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔انہوں نے مرثیہ نگار شعراء کی زمین پر بھی بہت سے کلام لکھے۔وہ خود کہتے ہیں

" مرزا انیس مرزا دبیر جیسے بڑے بڑے مرثیہ نگار شعراء تو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان ہی کی شاعری کو پڑھ کر ہم ان سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں (۱)"

حضرت فاطمہ زہراء کی شادی کے موقع پر اختر ہاشمی مرحوم جن کا اصل نام سید منقاد حیدر ہاشمی تھا، نے اپنا کلام کہا تو ان کے طرحی مصرعہ "آئی ہے آج فاطمہ زہراء علی کے گھر" پر شوذبؔ کاظمی نے طرحی کلام کہا

خود رب ہوا ہے انجمن آرا علی کے گھر
آئی ہیں آج فاطمہ زہرا علی کے گھر

کونین میں کوئی بھی نا تھا کفوِ فاطمہ
برپا ہے آج جشن ولا کا علی کے گھر

دارین کی فلاح جو درکار ہے تمہیں
لوگو گزارو عرضِ تمنا علی کے گھر

بحرین مل رہے جو قرآن کے بقول

ہے آج اک حسین نظارہ علی کے گھر

تنویرِ مہر و ماہ بھی کچھ بڑھ گئی ہے آج

تارے میں بھی ہے نور زیادہ علی کے گھر

شوذبؔ سبھی لبوں پہ درود و سلام ہیں

نازل ہوا خوشی کا جو لمحہ علی کے گھر

(غیر مطبوعہ کلام)

اختر ہاشمی پاکستان سے تعلق رکھنے والے اردو زبان کے ممتاز نعت اور مرثیہ گو شاعر تھے۔ ۲۰۲۱ میں ہی ان کا انتقال ہوا ہے۔ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کہتے ہیں کہ:

"میں، اختر ہاشمی کے قصائد اور مرثیوں سے متاثر ہوا میں نے ان ہی کے ایک کلام کے مصرعہ پر اپنا کلام کہا۔"(۲)

شوذبؔ کاظمی نے اپنا ایک اور کلام خورشید زیدی کی زمین میں لکھا ہے۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"کریمِ کرب و بلا جو طبیب ہو جائے"

کلامِ شوذبؔ کاظمی در زمین خورشید زیدی

قریب روضہ ، بھلے عنقریب ہو جائے

عدو کو کیسے شفاعت نصیب ہو جائے

کوئی بعید نہیں ، منتقم کے ہاتھوں سے

بڑے بڑوں کا ٹھکانہ صلیب ہوجائے

ملا ہو جس کے مقدر سے لحنِ داؤدی

علی کی مدح کرے، عنایت ہوجائے

عجب نہیں کہ درِ آلِ پاک سے ہٹ کر

کوئی بھی راندہ راہ حبیب ہوجائے

عجب نہیں کہ زمانہ گنوا کے ایماں کو

امیر ہونے کی دھن میں غریب ہوجائے

سنو حسینی کبھی موت سے نہیں ڈرتے

بھلے سے وقت کا دھارا مہیب ہو جائے

جسے عطا نہیں ان کی ، وہ کچھ نہیں ، بے شک

بزعمِ خویش نقیب و خطیب ہو جائے

شفائے سرمدی پا جائے ہر دل بیمار

کریمِ کرب وبلا جو طبیب ہو جائے

عجب نہیں کہ کرم ہو تو ایک دن شوذبؔ

حسینی شاعر و علوی ادیب ہوجائے

(غیر مطبوعہ کلام)

میر انیس نے امام حسینؑ کی شہادت کے موقع پر کلام کہا تو میر انیس کی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے اپنا کلام کہا۔ اس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"نوکِ نیزہ سے یہ شبیر نے منظر دیکھا"

میر انیس کی زمیں میں شوذبؔ کاظمی کا کہا گیا کلام۔

نوکِ نیزہ سے یہ شبیر نے منظر دیکھا
خوں روتے ہوئے سجادؑ کو اکثر دیکھا

سبط احمد نے جو بیعت سے کیا تھا انکار
سارا عالم اسی انکار کا خوگر دیکھا

ظالموں نے جسے قدموں پہ جھکانا چاہا
محوِ قرآں وہی سر نوکِ سناں پر دیکھا

طوق و زنجیر کے عابد کے بدن پر تھے نشاں
غسل دیتے ہوئے باقرؑ نے یہ منظر دیکھا

جو چلا حر کی طرح اسوہ ء شبیری پر
ہم نے اس کو ہی مقدر کا سکندر دیکھا

گرچہ آقا ہی کہا شہ کو، سدا غازی نے
شہ نے پر ، غازی کو بیٹوں کے برابر دیکھا

صبر والوں کے لئے پیاس بڑی بات نہ تھی

نہر سے موڑا جو منہ ، پھر نہ پلٹ کر دیکھا

غمِ شبیر کے طالب ہیں ، دعا میں مومن

بے نیازِ غمِ دنیا، غمِ سرور دیکھا

حوصلہ شاہ کی ماں جائی کا، شوذبؔ تھا کمال

حلقِ شبیر کو زیرِ دمِ خنجر دیکھا

(غیر مطبوعہ کلام)

شوذبؔ کاظمی نے اپنا ایک اور کلام حضرت امام سجادؑ کی شہادت کے موقع پر خورشید زیدی کی زمین میں کہا ہے۔

کلامِ شوذبؔ کاظمی درزمین خورشید زیدی

ہائے محشر تھا بپا، نکلا جنازہ جس دم

زہر قاتل نے جگر مولا کا، کاٹا جس دم

لاش بابا پہ گرا ہائے ستم کہتے ہوئے

طوق گردن کا نشاں بیٹے نے دیکھا جس دم

مل گیا زہر ، جگر ہوگیا چھلنی ہائے

زخم سجادؑ پہ ظالم کو نہ آیا جس دم

آسماں سکتے میں تھا اور زمیں لرزاں تھی

ہائے لوٹا گیا زہرا کا اثاثہ جس دم

رندھ گیا روتے ہوئے قاصد صغری کا گلا

لاش اکبر پہ پڑھا بی بی کا نامہ جس دم

چاک دامان سبھی طفل تھے اور خاک پہ سر

خاک و خوں میں تھا بسا شاہ کا لاشہ جس دم

ایک ہی رسی سے باندھے گئے معصوم گلے

تنگ رستے سے اسیروں کو گزارا جس دم

سخت مشکل تھا سفر شہ کے صغیروں کے لئے

ماؤں سے باندھ کے اونٹوں پہ بٹھایا جس دم

آخرش ، آئی درِ آلِ عبا پر شوذبؔ

کوئی در دنیا نے بخشش کا نہ دیکھا جس دم

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت زینب بنت حضرت علیؑ جب شام کی قید سے رہا ہوئیں تو کربلا آئیں۔ حضرت عباس علمدار کی قبر پر جو بین کیا اُسے شوذبؔ کاظمی نے نوحہ کی شکل میں پیش کیا۔ سید خورشید زیدی نے اپنا کلام کہا تو شوذبؔ کاظمی نے ان کی

زمین میں نوحہ کہا۔ اس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"میں آگئی ہو غازی، قیدِ ستم نبھا کے"

شوذب کاظمی کا نوحہ

دکھڑا سنو بہن سے، اے بادشہ وفا کے

میں آگئی ہوں غازی ، قید ستم نبھا کے

صدقے تمہارے بہنا، آواز دو کہاں ہو

ہو نہر پر کہ سب کی ، لاشوں کے درمیاں ہو

آواز دو کہ دکھیا ، روئے گلے لگا کے

بابا علی کے تم نے ، انداز وہ دکھائے

سب داد دے رہے تھے ، اپنے تھے یا پرائے

بازو اگر نہ کٹتے ، تم رہتے پانی لا کے

اپنی سناؤ بھیا ، وہ مشک کیا ہوئی تھی

کچھ رہ گیا تھا پانی ، یا وہ بھی چھد گئی تھی

بچے تو تھک گئے تھے، تم کو بلا بلا کے

ے شامِ غریباں خیمے ، سلگے پہ تم نہ لوٹے

بابا مرے نجف سے ،آئے پہ تم نہ لوٹے

لوٹو گے تم نہ رن سے ، جانا تو تھا بتا کے

ے چھینی گئیں ردائیں قیدی ہمیں بنایا

پھر شام لے گئے تھے، بازار بھی سجایا

دربار لائے ظالم ، میلہ سا اک لگا کے

ے مقتل سے تا بہ زنداں ، شوذبؔ بپا تھا محشر

غازی کی لاڈلی کا زندان ہی بنا گھر

زینب ہوئیں رہا تو ، سب دکھ سنائے آکے

(غیر مطبوعہ کلام)

(شام ملک کا نام ہے جس کا پرانا نام دمشق ہے)

شوذبؔ کاظمی روایت سے منہ بھی نہیں موڑتے اور جدت کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کے ہم عصر شعرا بھی شاعری میں انہیں اپنا استاد مانتے ہیں۔ شوذبؔ کاظمی کے اس فن کی داد دیتے ہوئے ملتان بورڈ جابلی حال کے سپر وائزر نے کہا

"شوذبؔ کاظمی کی شاعری میں روایت کے ساتھ ساتھ جدت بھی ہے اور حقیقت کی عکاسی بھی۔"(۳)

تقی کاظمی کی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے بہت سے کلام کہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب حج سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے میدان میں سوا لاکھ لوگوں کے درمیان ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور اپنے چچا زاد بھائی اور داماد کو اپنا جانشین منتخب کرتے ہوئے کہا

من کنت مولا فھذا علی مولا

ترجمہ: جس جس کا میں مولا ہوں، اس اس کا علی مولا ہے۔(۴)

اسی موضوع پر تقی کاظمی نے اپنا کلام کہا۔ اسی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے بھی کلام کہا اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"بدلے ہیں جانے کتنے مقدر غدیر میں"

کلامِ شوذبؔ کاظمی در زمین تقی کاظمی

پالان کا بنا تھا جو منبر غدیر میں
حیدر کو لائے اس پہ پیمبر غدیر میں
کتنے چراغ رہ گئے بجھ کر غدیر میں

بدلے ہیں جانے کتنے مقدر غدیر میں

یوں ہے ذلیل منکرِ حیدر غدیر میں

حارث کے سر پہ آ گرا پتھر غدیر میں

من کنت مولا کے یہاں مصداق ہیں علی

جو ہیں بلند دستِ نبی پر غدیر میں

اتممت ُنعمتی کہا، تکمیلِ دین پر

حکمِ خدا جو آیا اتر کر غدیر میں

استاد کو مبارکیں دیتے ہیں جبرائیل

بٹتے ہیں جامِ زمزم و کوثر غدیر میں

یوں وعدہ ذوالعشیر ہ کا پورا کیا گیا

مولا کہا علی کو اٹھا کر غدیر میں

صحرا بدل گیا ہے چمن میں ، یوں جابجا

کانٹے جو ہوگئے ہیں گلِ تر غدیر میں

خیرات وہ بٹی ہے تو نگر کے ہاتھ سے

بے زر بھی ہوگئے ہیں ابوذر غدیر میں

دستِ نبی پہ نورِ امامت ہے سر بلند

نورانی اک فضا ہے برابر غدیر میں

شوذبؔ بفیضِ ساقیِ کوثر بصد ادب
ٹھری ہوئی ہے فکرِ سخن ور غدیر میں

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت بی بی سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات پر تقی کاظمی نے نوحہ کہا اسی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے بھی نوحہ کہا۔
اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے

"لحد سکینہ کی، کیسے بنائیں گے عابد"

شوذبؔ کاظمی کا نوحہ تقی کاظمی کے طرحی مصرعہ پر

جو چھٹ کے قید سے یثرب کو جائیں گے عابد
بہن بھی مرگئی ، کیونکر بتائیں گے عابد
کفن ملے گا تو بنت حسین کو کیوں کر
لحد سکینہ کی ، کیسے بنائیں گے عابد
بڑھا ہے کربلا کا بدلہ لینے کو مختار
اسے یہ فکر ہے ، کب مسکرائیں گے عابد
شروع ماتم شبیر ہوگا زنداں سے
جہاں میں رسمِ عزا یوں چلائیں گے عابد

(غیر مطبوعہ کلام)

تقی کاظمی کی زمین میں سلام شوذبؔ کاظمی نے کہا اس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"مانگو دعا حسین کے غم سے جدا نہ ہوں"

کلامِ شوذبؔ کاظمی در زمین تقی کاظمی

مولائی اور حصہء بزم ولا نہ ہوں؟
مانگو دعا حسین کے غم سے جدا نہ ہوں

صدمات جو سہے مرے مولا نے جان پر
کیسے وہ صدمے خواب ہوں ، کیونکر فسانہ ہوں

گر التجا ہماری علم کے ہو سائے میں
ممکن نہیں کہ رنج والم سے رہا نہ ہو ں

ممکن نہیں کہ مجلس شہ جو ہو منعقد
تشریف فرما اس میں حبیبِ خدا نہ ہوں

ممکن نہیں کہ پرسہ ہو زہرا کے لعل کا
اور پرسہ لینے آئے واں آل عبا نہ ہوں

مابین کربلا و نجف ، سب کریں مشی

آلامِ روزگار کا جو بھی نشا نہ ہوں
بخشش کے راستے ہیں سبھی کے لئے کھلے
بس شرط یہ ہے ، فاطمہ زہرا خفا نہ ہوں
شوذبؔ ، گلہ خدا سے نہ کر ، امتحاں کے دن
اعمال کا مبادا سبھی شاخسانہ ہوں

(غیر مطبوعہ کلام)

دربارِ شام میں آلِ رسولؐ جب قید ہو کر آئے تو اس منظر کو تقی کاظمی نے اپنے کلام کی صورت میں پیش کیا۔ ان کی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے بھی اس منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے اپنا کلام کہا اس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"جس گھڑی داخل ہوئے آل عبا دربار میں"

کلامِ شوذبؔ کاظمی در زمین تقی کاظمی

کھلبلی سی مچ گئی تھی مجمعِ اغیار میں
جس گھڑی داخل ہوئے آل عبا دربار میں
خاندانِ مصطفی کی شان تھی ان سے عیاں
پست ظالم لگ رہے تھے جبہ و دستار میں
یوں تو اصحابِ حسینی سب کے سب ہیں محترم

حضرت نافع الگ ہیں شاہ کے انصار میں

شام شام اور شام کہہ کر روتے تھے عابد سدا

جانے کیا تھا شام کے دربار اور بازار میں

خطبہ سجادؑ و زینب کا نہیں کوئی جواب

فیصلہ کن تھے جو شوذبؔ معصیت کی ہار میں

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت امام حسینؑ کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہوئے تقی کاظمی کی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے اپنا کلام کہا اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"دینِ حق کی بقا حسین سے ہے"

تقی کاظمی کی زمین میں سلامِ شوذبؔ

مومنو! لاالہ حسین سے ہے

دینِ حق کی بقا حسین سے ہے

غم ہی در اصل ہے بنائے ،خوشی

اور غم کی بقا حسین سے ہے

مولا انسانیت کے محسن ہیں

فخر انسان کا حسین سے ہے

عظمتیں ہیں فزوں محرم کی
خاص ماہِ عزا حسین سے ہے

مصطفیٰ سے حسین کربل تک
تا ابد مصطفیٰ حسین سے ہے

اس میں شبیر کا ہے خوں شامل
گلگوں خاکِ شفا حسین سے ہے

سر بسر یہ تجلیِ ایماں
ہر سو جلوہ نما حسین سے ہے

حر کی قسمت ہے شہ سے وابستہ
پائی جنت میں جا حسین سے ہے

نہیں محتاج حرف و معنی کا
دل کا جو رابطہ حسین سے ہے

میں ہوں شاعر حسین کا شوذبؔ
میرا خامہ جڑا حسین سے ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

شوذبؔ کاظمی کا ایک اور کلام تقی کاظمی کی زمین میں ہے جو کہ چوتھے امام حضرت امام سجادؑ پر ہے۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"رو رہے ہیں دونوں عالم عابدِ بیمار پر"

تقی کاظمی کی زمین میں کلامِ شوذبؔ

زندگی ماتم کناں ابنِ شاہِ ابرار پر
رو رہے ہیں دونوں عالم عابدِ بیما ر پر

بر ملا نفریں کیجے عہدِ کج رفتار پر
جس کے تھے ظلم وستم لختِ دلِ سرکار پر

اہل حق باطل سے ہرگز، زیر ہوسکتے نہیں
کربلا نے لکھ دیا یہ، وقت کی دیوار پر

دھوپ میں جب بے کفن تھا ابنِ زہرا کا جسد
سایہ کرتے تھے پرندے زہرا کے دلدار پر

انبیا اوصیا و اولیا و اصفیا
آج بھی نازاں ہیں شوذبؔ شاہ کے کردار پر

(غیر مطبوعہ کلام)

تقی کاظمی کے مصرعہ پر ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کا طرحی سلام حضرت امام حسینؑ پر

طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"قتل شہ کے حلق سے ظالم کا خنجر ہو گیا"

کلامِ شوذبؔ در زمین تقی کاظمی

معرکہ ، وجہ بقائے دینِ سرور ہو گیا
شاہ کے حسنِ عمل سے زیر لشکر ہو گیا

مر کے جینے کی اَبد آثار راہیں کھل گئیں
اک نہیں سے حشر تک اشارتِ داور ہو گیا

چھا گئے شاہ کے بہتر تن یزیدی فوج پر
قتل شاہ کے حلق سے ظالم کا خنجر ہو گیا

ایک جگنو ، اک ستارہ کربلا کی یاد میں
جگمگایا اور پھر مشر گاں کا گوہر ہو گیا

کربلا سے وہ یقیں کی پختگی حاصل ہوئی
آدمی زادہ مقدر کا سکندر ہو گیا

پرچمِ انسانیت اونچا ہے تا روزِ الست

خیر و شر کا معرکہ شبیر سے سر ہو گیا

کربلا کردار سازی کا ادارہ بن گئی

زندگی کا راستا بہتر سے بہتر ہو گیا

شوق سے لکھے میرے اعمال منکر اور نکیر

بن کے زائر ، فخرِ بخشش سے میں برتر ہو گیا

ظاہر و باطن کے خال و خد مصفا ہو گئے

خاک کے پتلے کو جب ادراکِ حیدر ہو گیا

اسوہ ء شبیر اپنانے کا ہے شوذبؔ اثر

طبعِ ناموزوں کا حامل بھی سخن ور ہو گیا

(غیر مطبوعہ کلام)

تقی کاظمی کے مصرعہ "اِنما کیا ہے، ہل اتیٰ کیا ہے" پر کلام شوذبؔ کاظمی کا کہا گیا کلام

اِنما کیا ہے، ہل اتیٰ کیا ہے

قصہ ء نہرِ علقمہ کیا ہے

کیا بتاؤں کہ کربلا کیا ہے

نبی قرآن ہیں تو شرح حسین

دین اس کے سوا بھلا کیا ہے

گھر جلا ڈالا بی بی زہرا کا

لوگوں نے آل کو دیا کیا ہے

ذکرِ کرب وبلا بتائے گا

صبر کیا چیز ہے ، وفا کیا ہے

فیصلہ ا س کا داد سے ہو گا

مصرع سازی ہے کیا ثنا کیا ہے

سچے موتی ہیں ، مدح آل کے بیت

پوچھ مت ،شعر کی جزا کیا ہے

دوست ہو تو حبیب سے پوچھو

استغاثہ امام کا ، کیا ہے

یہ عزا ہے ، وسیلہ بخشش

اس میں شامل ہو ، دیکھتا کیا ہے

پڑھتا قرآن جو ہے تو غور بھی کر

اِنما کیا ہے، ہل اتیٰ کیا ہے

سارے معصوموں کی روش کے سوا
اور جنت کا راستا کیا ہے
ان میں ہر اک ہے ناطقِ قرآں
منصبِ حجتِ خدا کیا ہے
شب شہادت کی ہے تو باشیون
یہ بتاؤ غم رضا کیا ہے
مل نہیں پائی جا کے بھائی سے
قم کی ملکہ کا المیہ کیا ہے
حال کچھ طوس کے مسافر کا
تم نے بھی شعر میں لکھا کیا ہے
تذکرہ شہ کا روز وشب کرنا
شوذبؔ اس کے سواعزا کیا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت امام محمد تقیؑ کی شہادت پر تقی کاظمی نے جو کلام کہا۔ اس کلام کے طرحی مصرعہ پر شوذبؔ کاظمی نے بھی اپنا کلام کہا۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے

"خوں رو رہا ہے عرش، شہادت تقیؑ کی ہے"

کلامِ شوذبؔ درزمین تقی کاظمی

گریاں ہے طوس مومنو رحلت تقیؑ کی ہے
خوں رو رہا ہے عرش ، شہادت تقیؑ کی ہے

مارا گیا ہے ظلم سے ابنِ غریبِ طوس
ہائے معتصم کا زہر ، مصیبت تقیؑ کی ہے

بیٹے کے دکھ نے قبر میں بے چین کردیا
زہرا کو طوس لائی ، صعوبت تقیؑ کی ہے

چھ سال کے نقی کا ہے گریہ عروج پر
روئیں نہ کیوں جدائی قیامت تقیؑ کی ہے

ہے دکھ بھرا مدینے سے بغداد تک کا حال
حرماں نصیب مومنو ہجرت تقیؑ کی ہے

جوشِ الم سے نطق و زبان گنگ ہوگئے
ناقابل بیان مصیبت تقیؑ کی ہے

شوذبؔ سناں کی نوک کے قاری حسین تھے
اور وقتِ نزع جاری تلاوت تقیؑ کی ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی نے معجز نقوی کی زمین میں بھی کلام کہے ہیں۔ معجز نقوی نے بھی غدیر کے موقع کی مناسبت سے اپنا کلام کہا۔ اسی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے بھی اپنا کلام کہا۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"ہاتھوں پہ مصطفی کے ہے دولہا غدیر کا"

معجز نقوی کی زمین میں کلامِ غدیر از شوذبؔ کاظمی

پنڈال ہے بنا ہوا صحرا غدیر کا
ہاتھوں پہ مصطفی کے ہے دولہا غدیر کا

تطہیر زندگی ہے نظارہ غدیر کا
توقیرِ بندگی ہے یہ نقشہ غدیر کا

من کنت مولا ، لب پہ تھا پیارے رسول کے
صحرا بخن کے نعروں سے گونجا غدیر کا

لوگو ہماری عید یہ عیدِ غدیر ہے
سب مومنو کی شان ہے نعرہ غدیر کا

سر پہ علی کے تاجِ ولایت سجایا ہے آج
لو دے رہا ہے نور کا دریا غدیر کا

میدان خم میں جمع ہے جمِ غفیرِ حج

تاریخ بن رہا ہے یہ لمحہ غدیر کا

تکمیلِ دین کے ساتھ ہوئیں نعمتیں تمام

قرآن سے پیام پہ پایا غدیر کا

اسلام کی حیات کا آئینہ دار ہے

سرکار دے دہے ہیں جو خطبہ غدیر کا

کوثر کے جام بٹتے ہیں شوذبؔ غدیر سے

فرش و فلک پہ یکساں ہے چرچا غدیر کا

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے موقع پر معجز نقوی نے نوحہ لکھا۔ اس نوحہ کے طرحی مصرعہ "دشتِ غربت میں علی کا لاڈلا مارا گیا" پر شوذبؔ کاظمی نے بھی نوحہ لکھا جو درج ذیل ہے۔

فاطمہ کا لعل بے جرم و خطا مارا گیا

دشتِ غربت میں علی کا لاڈلا مارا گیا

بین یہ بانو کا تھا ، ہئے ہئے میں جی کر کیا کروں

ہنسلیوں والا مرا چھ ماہ کا مارا گیا

ماتمی دستے رواں ہیں نوحہ یہ پڑھتے ہوئے

کربلا سبطِ نبی مارا گیا مارا گیا

لال آندھی چل رہی تھی نینوا میں وقتِ عصر
سجدے میں اک پیکرِ صبر و رضا مارا گیا
بے کفن جو ریگِ کربل پہ رہا چالیس دن
کند خنجر سے جدا کرکے گلا ، مارا گیا
روح ِعابد نالہ یہ کرتے ہوئے ہمراہ تھی
بر لبِ جو ، تشنہ لب بابا مرا مارا گیا
سر خرو ئی کی عطا اسلام کو یوں شاہ نے
ہر وفا پیکر بنامِ کبریا مارا گیا
کتنا خوش قسمت تھا شوذبؔ ، حر کہ جو بیٹے سمیت
آخری دن شہ کے قدموں میں گرا ، مارا گیا

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت سکینہؑ بنت الحسینؑ کے پاس قید خانے میں ان کے پاس بابا جان کا سر آیا تو اس وقت حضرت بی بی سکینہ کی جو حالت تھی، اس منظر کو مجعز نقوی نے اپنے کلام کی صورت میں بیان کیا میں کی۔ ان ہی کی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے اپنا کلام کہا۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"آیا جب شام کے زندان میں سر شاہِ اُمم"

معجز نقوی کی غیر مردف زمین میں طرحی کلامِ شوذبؔ

مع سکینہ کے ہوئے محو عزا شہ کے حرم

آیا جب شام کے زنداں میں سرِ شاہ اُمم

سر کے ملتے ہی سکینہ جو چلی سوئے عدم

غمِ شبیر کے ہمراہ تھا بچی کا بھی غم

چومتی جاتی تھی رورو کے پدر کا چہرہ

چومتے چومتے بچی نے وہیں دے دیا دم

دخترِ فاطمہؑ کے گریے سے لرزاں تھی زمین

تنگ تھے نوحہ و زاری سے سبھی اہلِ حکم

جنگ سجادؑ کی دربار میں دیکھی سب نے

گریہ سجادِؑ حزیں کا کوئی دیکھے اس دم

وہی باعث ہوتے عابد کے لہو رونے کا

ہائے معصومہ پہ ملعونوں نے ڈھائے جو ستم

جب تلک دم میں ہے دم ،ہے یہی شوذبؔ کوشش

یونہی کہتا رہوں زندان کے نوحے پیہم

(غیر مطبوعہ کلام)

مباہلہ عیسائیوں کے ساتھ ہوا اور اس میں رسول اکرمؐ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، اپنے داماد حضرت امام علیؑ اور اپنے دونواسوں امام حسن اور امام حسینؑ کو ساتھ لے گئے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَمَن ◌ حَاجَّكَفِی ◌ هِمِن ◌ ◌ بَع ◌ دِ مَا جَآءَ كَمِنَال ◌ عِلِ ◌ مِفَقُل ◌ تَعَالَو ◌ اند ◌ عُ اَب ◌ نَآءَ نَاوَاَب ◌ نَآءَ كُم ◌ وَنِسَآءَ نَا
وَنِسَآءَ كُم ◌ وَاَن ◌ فُسَنَاوَاَن ◌ فُسَكُم ◌ ◌ ثُمَّنَب ◌ تَهِل ◌ فَنَج ◌ عَل ◌ لَّع ◌ نَتَاللّٰهِعَلَيَال ◌ كٰذِبِی ◌ ◌ نَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہدیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی نے عید مباہلہ کی مناسبت سے اپنا کلام لکھا۔ اس کلام کے طرحی مصرعہ پر شوذبؔ کاظمی نے اپنا کلام لکھا جو کہ درج ذیل ہے۔

"سچائی کی جبین کا جھومر مباہلہ"

ڈاکٹر ابوالحسن نقوی کی زمین میں کلام شوذبؔ

ہے پنجتن کے نور کا مظہر مباہلہ
سچائی کی جبین کا جھومر مباہلہ
عیدین ہیں یہ اہلِ ولا کے لئے سعید
اول غدیرِ خم ہے تو دیگر مباہلہ
نجران والے پسپا ہوئے نور دیکھ کر

مسکت وغا کا لایا جو منظر مباہلہ

دیگر کتب میں پہلے سے اس کے حوالے تھے

قرآں سے بھی ہوا ہے اجاگر مباہلہ

سرمایہ ء حیات ہے اسلام کے لئے

شوذبؔ ہے صادقین کا خوگر مباہلہ

(غیر مطبوعہ کلام)

رضوان کربلائی کا کلام بھی مباہلہ پر ہے۔ شوذبؔ کاظمی نے ان کے کلام کی زمین میں اپنا کلام کہا۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"باطل کے رخ پر دیکھی، ہیبت مباہلہ کی"

رضوان کربلائی کی زمین میں شوذبؔ کاظمی کا کلام

قرآں میں ہے نمایاں ،آیت مباہلہ کی

پیغام ہے خدا کا ، زینت مباہلہ کی

پیشانیوں سے ظاہر ، نجراں میں نور تھا جو

باطل کے رخ پہ دیکھی ، ہیبت مباہلے کی

ہر سمت پنجتن کے، جلوے تھے نور افشاں

ہر آن بڑھ رہی تھی ، قیمت مباہلہ کی

بے تیغ بے سناں ہی، فتح مبین پائی
اللہ رے یہ شان و شوکت مباہلہ کی
شوذبؔ گواہ ٹھہری ، ابنائنا کی آیت
ہے عام انبیا میں بہجت مباہلہ کی

(غیر مطبوعہ کلام)

کوثرسیتاپوری نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کی شہادت پر نوحہ لکھاتواس زمین میں شوذبؔ کاظمی نے بھی اپناکلام لکھا۔اس کلام کاطرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"وطن کو جانہ پائی،ہائے رے قسمت سکینہ کی"

کوثرسیتاپوری کی زمین میں نوحہ بی بی سکینہ ازشوذبؔ کاظمی

صفر تھا جب کہ زنداں میں بنی تربت سکینہ کی
وطن کو جانہ پائی ، ہائے رے قسمت سکینہ کی
ہمیشہ قید میں بھی ، ہائے بابا، لب پہ رہتا تھا
یہی زاری تھی جاری تا دمِ رخصت سکینہ کی
کبھی صغریٰ جو یاد آتی ،وطن آنکھوں میں پھرتا تھا
مدینے واپسی کی ہائے تھی حسرت سکینہ کی
پچھاڑیں کھا کے سب گرنے لگیں سر پیٹتیں روتیں

جو قیدی بی بیوں نے دیکھی کیفیت سکینہ کی

مری مخدومہ نے اپنے ہی کُرتے کا کفن پایا

غضب تھی بے کسی عابد کی اور عسرت سکینہ کی

چھٹی بابا سے ، صدمے جھیلے اور کھائے طمانچے بھی

لہو روتی ہیں آنکھیں ، ہائے یہ غربت سکینہ کی

سکینہ اور اصغر کہہ کے روتی بعد بچوں کے

پھری ماں کی نگاہوں میں صدا صورت سکینہ کی

لو پانی آگیا ، سب اپنے کوزے پاس لے آؤ

یہی اطفال سے کہنے کی تھی عادت سکینہ کی

عزا خانوں میں یہ جو آج کل کہرام ہے برپا

سکینہ کی مجالس میں ہے یہ رقت سکینہ کی

نہیں ہوتا میں شوذبؔ مطمئن زنداں کے نوحہ سے

اگر شامل نا کرپاؤ ں کبھی مدحت سکینہ کی

(غیر مطبوعہ کلام)

کوثرسیتاپوری نے حضرت علی اکبرؑ کی شہادت پر سلام لکھا تو شوذبؔ کاظمی نے اس کے طرحی مصرعہ پر اپنا کلام کہہ کر سلامِ عقیدت پیش کیا۔ اس کلام کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"رن میں شبیر نے اکبر کا تڑپنا دیکھا"

کلامِ شوذبؔ در زمین کوثر سیتاپوری

دو جہانوں میں کہیں صبر نہ ایسا دیکھا
رن میں شبیر نے اکبر کا تڑپنا دیکھا

باپ نے بیٹے کے سینے سے نکالی برچھی
ہو کے حیران، یہ نبیوں نے نظارہ دیکھا

جسکی ماں رات کے پردے میں تھی دفنائی گئی
چشمِ عالم نے لٹا اس کا بھی پردہ دیکھا

چند لمحوں میں ہوا داخلِ فردوسِ بریں
دو جہانوں میں نہ حر کا سا نصیبا دیکھا

چھا گیا شاہ کی آنکھوں میں اندھیرا شوذبؔ
خون میں ڈوبا جو اکبر کا سراپا دیکھا

(غیر مطبوعہ کلام)

حضرت امام حسینؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے دین اسلام کو بچالیا۔ امام حسینؑ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے شوذبؔ کاظمی نے رضا سا لکھنوی کی زمین میں سلام کہا۔ اس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"سر دے دیا، بچائی ولایت حسین نے"

رضا سا نکھنوی کی زمین میں سلام شوذبؔ

بہرِ ولا نکالی یہ صورت حسین نے
سر دے دیا، بچالی ولایت حسین نے

پھیلایا ایسے نورِ ہدایت حسین نے
دورانِ سجدہ پائی شہادت حسین نے

نقشِ دوام بن گیا شہ کا ہر اک عمل
بخشی ہے دیں کو یوں ابدیت حسین نے

تابندہ تا بہ عرش ہے مینار بندگی
یوں زندہ کی ہے روحِ عبادت حسین نے

کہساروں سا بلند ہے اب عزم مومنین
ایمان میں وہ بھر دی حرارت حسین نے

تو قیر آدمی کی ہے بام عروج پر
انسان کو عطا کی وہ عظمت حسین نے

شوذبؔ ، عدوئے جاں کو وہ دیتے رہے دعا

یوں عام کی رسول کی رحمت حسین نے

(غیر مطبوعہ کلام)

زہرا نقوی امروہوی نے جو کربلا کے اوپر اپنا کلام لکھا۔ اسی زمین میں شوذبؔ کاظمی نے اپنا کلام لکھا۔ اس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"لرزاں ہیں تبسم سے ستمگار ابھی تک"

زہرا نقوی امروہوی کی زمین میں کلام شوذبؔ

کربل سے فنا دور ہے سرکار ابھی تک
معیار بقا شہ کا ہے معیار ابھی تک

اس عزم کے آگے کوئی ٹھہری نہ رکاوٹ
حق شہ کی رضا کا ہے طلبگار ابھی تک

عاشور کو جو زلزلہ آیا تھا زمیں پر
اس زلزلے کے جگ میں ہیں آثار ابھی تک

اک برچھی کا پھل یا دسے اب تک نہیں نکلا
اک سینے میں پیوست ہے سوفار ابھی تک

چودہ سو برس پہلے کے ، شبیر کے وہ زخم

گنتی میں نہیں آ سکے زینہار ، ابھی تک
وہ بچی کہ جو بابا کا سر مانگ رہی تھی
زنداں میں ہے پانی کی طلب گار ابھی تک

ھل مِن کی صدا پر مرے لب کہتے ہیں لبیک
دل شاہ پہ کٹنے کو ہے تیار ابھی تک

قائم ہے عقیدہ تو یہ قائم ہی رہے گا
جب مہرباں ہے بارہویں سرکار ابھی تک

اصغر کی ادا چھا گئی کونین پہ شوذبؔ
لرزاں ہیں تبسم سے ستمگار ابھی تک

(غیر مطبوعہ کلام)

زہرا نقوی امروہوی کی زمین میں ایک اور کلامِ شوذبؔ کاظمی، جس کا طرحی مصرعہ درج ذیل ہے۔

"دیکھتے ہی دیکھتے حُر کا مقدر بن گیا"

کلامِ شوذبؔ کاظمی در زمین زہرا نقوی امروہوی

خانہ ء زہرا ، سفیرِ ربِ اکبر بن گیا
عاصیوں کے حق میں رحمت کا شناور بن گیا

کوئی بوذر ، کوئی حُر ، کوئی قلندر بن گیا
جو بھی اس دہلیز تک آیا تو نگر بن گیا
پل دو پل ہی میں ، مقدر کا سکندر بن گیا
دیکھتے ہی دیکھتے حر کا مقدر بن گیا
جگمگایا عرش عالم کے افق پر اس کا نام
صدق نیت سے جو پیروکار حیدر جو بن گیا
بن گئی دیوار ہی دروازہ ، استقبال کو
بت شکن کے ہاتھوں دیر اللہ کا گھر بن گیا
جس نے بھی آنسو بہائے فاطمہ کے لعل پر
اس کا پھر انعام شوذبؔ جامِ کوثر بن گیا

(غیر مطبوعہ کلام)

ان کے علاوہ شوذبؔ کاظمی نے سید انصاف حیدر نومی، نوازش ساڑھوروی، ہلچل اعظمی، عباس نوگانوی، رئیس احمد مخلص، پرویز، چاند فضل، رضا یوسف، راز گوپال پوری، مونس سروری، پروفیسر فدا ملتانی، پروفیسر حسنین باقر، شہرت سروری، شویندر اجمیری، ڈاکٹر قمر عباس آرزو، ڈاکٹر سید ابرار حسن زیدی، اعجاز جلال پوری، ظہیر انور سروری، ہانگ کانگ کے نام ور شاعر واثق رضا واثق علی پوری، علامہ نصیر کاظمی، سرکار مہدی، ممتاز لکھنوی، شہرت نقوی وغیرہ کی زمین میں اپنا کلام کہا۔ شوذبؔ کاظمی کا کمالِ فن یہ ہے کہ انہوں نے مرثیہ نگار شعراء کی زمین میں اپنے کلام کہے۔

شوذبؔ کاظمی کو جو چیز دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا انداز بیاں، تلفظِ زبان ہے۔ صحتِ تلفظ کے ساتھ اردو زبان بولنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ پروفیسر غضنفر حسین شاہ نے کہا

"ملتان میں اردو بولنے والوں میں صحتِ تلفظ کے ساتھ اردو بولتے ہیں۔
عروض پر بھی ان کو عبور حاصل ہے۔"(۵)

شوذبؔ کاظمی کی امام حسینؑ اور کربلا والوں سے عقیدت دیکھئے کہ شوذبؔ کاظمی نے اردو شاعری کی صنف ہائیکو میں ایک ہی ہائیکو لکھی اسے بھی حسینی روپ دے دیا۔ انہوں نے ہائیکو کو "حسینی ہائیکو" کا نام دیا جو کہ درج ذیل ہے

کربلا دیکھئے تو ہے مقتل
سوچئے تو ضمیر کہتا ہے
کربلا زندگی کا رستہ ہے

کربلا والے ایسے رہبر ہیں
جن سے راہِ نجات ملتی ہے
دولت ِکائنات ملتی ہے

وہ شبیہہ رسول کا جانا
باندھ کر دھوپ کا کفن سر پر

لاکھ جانیں نثار اکبر پر

آسمان و زمیں تھے انکاری
خونِ اصغر سے وہ وضو شہ کا
استغاثہ کنارِ جُو شہ کا

کارنامہ وہ کر دکھایا ہے
کہہ رہا ہے ہر ایک لمحہ سلام
کربلا کے ہر اک شہید کے نام

(نقشِ دوام)

شوذبؔ کاظمی نے مثنوی بھی لکھی۔ اس مثنوی میں زیارت ناحیہ کو موضوع بنایا ۔ زیارت ناحیہ امام حسینؑ کی زیارتوں میں سے ایک زیارت ہے۔ جسے آخری امام مہدی عجل اللہ فرجہ شریف نے تعلیم فرمائی۔ یہ زیارت امامؑ کے ایک نائبِ خاص(۸) کے توسل ہم تک پہنچی ہے۔ یہ زیارت شیخ مفید کی کتاب المزار (قلمی نسخہ)، ابن المشہدی کی کتاب (المزار الکبیر) علامہ مجلسی کی بحار انوار اور دیگر کتب میں درج ذیل ہے۔

مثنوی زیارت ناحیہ

سلام منتخبِ روزگار آدم پہ
سلام شیث ولی اللہ حق کے محرم پہ

سلام مظہرِ اکرام کبریا ادریس

سلام نوح پہ جو تھے مقربین کے جلیس

سلام ہود پہ جن کی مرادیں برآئیں

سلام صالح پہ جن پر تھیں رحمتیں چھائیں

سلام ذاتِ براہیم پر کہ جو تھے خلیل

تھے جن کے لعل ذبیحِ عظیم اسماعیل

سلام ذریتِ پاکِ حضرت اسحاق

سلام یوسف و یعقوب مرجعِ اخلاق

سلام موسیٰ و ہارون مرسلِ مسعود

سلام سوئے شعیب و بہ جانبِ داوٗد

سلام سوئے سلیمان و حضرت ایوب

سلام صبر میں تھے یونس و عزیر بھی خوب

سلام بر زکریا و یحیٰ و عیسیٰ

سلامِ خاص سوئے ہستیِ حبیبِ خدا

سلام مولا علی دیں کے قوتِ بازو

سلام زہرا پہ جن کا شکستہ تھا پہلو

سلام شبر و شبیر زینب و کلثوم

سلام سبطِ خدیجہ ذبیحہ و مسموم

سلام اہل کسا زمزم و صفا والے

سلام شاہ شہیداں اے کربلا والے

سلام بے کس و لاچار خستہ تن جسمو

سلام گنج ِشہیداں کے بے کفن جسمو

سلام شہ کے حرم بے ردا اسیروں پر

سلام چودہ پہ ، اسلام کے سفیروں پر

سلام سید سجادؑ تا امامِ زماں

فرشتے جن کے دکھوں پر ہیں آج بھی گریاں

سلام ِشوق کا ہدیہ لیے ہوئے ہیں ہم

چھلکتی آنکھوں کا گریہ لیے ہوئے ہیں ہم

ہمارا ہوتا ہے عترت کے ناصروں میں شمار

عدوئے آل نبی سے ہیں ہم بری ، بیزار

سلام آل پہ قرباں ہمارے مال و منال

سلام آل کی خیرات حال و استقبال

سلام آپ نے حق ِنماز کر کے ادا

خریدی ، کلمہ و قرآں بچا کے حق کی رضا

سلام مومنوں کی ہیں گواہیاں حاضر

سلام حقِ ثنا سے ہے یہ زباں قاصر

سلام شوذبؔ خستہ جگر کا ہو یہ قبول

ہو مومنین پہ رحمت بفیضِ آلِ رسول

شوذبؔ کاظمی وہ شاعر ہیں جنہوں نے مذہبی حوالے سے کسی بھی موضوع کو پیچھے نہیں چھوڑا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر ان کے بارہ جانشینوں حضرت امام علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام علی رضاؑ، امام محمد تقیؑ، امام محمد نقیؑ، امام حسن عسکریؑ، امام العصر محمد مہدیؑ آخر الزمان تک ہر امام کی ولادت اور ان کی شہادت کی مناسبت سے ہر موضوع کو اپنے قلم میں بلند کیا اور منقبتوں، مرثیوں اور نوحوں کی شکل میں اپنا کلام پیش کیا۔۔ اس کے علاوہ اسلامی مہینوں کی فضیلتوں کی مناسبت سے اپنے کلام کہے اور شام، مدینہ، کربلا، نجف، مشہد اور قم جیسی مقدس سرزمین پہ بھی اپنے کلام کہے ہیں۔

ان کے علاوہ رسول اکرمؐ کی آل میں سے حضرت فاطمہ الزہرا(س)، حضرت زینب(س)، ام کلثوم، عون و محمد، مسلم بن عقیل، حضرت عباس علمدار، حضرت قاسم، حضرت علی اکبر اور دیگر باوفا اصحابِ رسول کی عظمت میں قصائد لکھے اور ان کی شہادت پر نوحے اور مرثیے لکھے اور شاعری میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کیا۔ اب تک وہ اپنے کلام کہہ ررہے ہیں۔ خداوندِ متعال ان کی زندگی دراز فرمائے (آمین)

اس کے علاوہ وطن پرستی کے حوالے سے وطنِ پاکستان اور اس کے قائدین پر بہت سی نظمیں تحریر کیں۔ اپنی کتاب " بحضورِ قائد اعظم " میں بہتر نظمیں لکھ کر قائد اعظم کو خراج تحسین پیش کیا۔ وطن پرستی کے حوالے سے جس انداز سے انہوں نے نظمیں کہی ہیں شاید ہی کسی شاعر نے اپنایا ہو۔ اپنے ہم عصر شعرا میں سے صرف شوذبؔ کاظمی ہی ہیں جنہوں نے اپنے وطن سے محبت کا اظہار دل سے کیا اور اپنے کلام میں اپنے جذبات کو

ابھارنے کی بھرپور کوشش کی۔ وطن عزیز پر بھی اب تک کلام کہہ رہے ہیں خداوند متعال ان کی زندگی دراز فرمائے۔(الہی آمین یارب العالمین بحق چہاردہ معصومین علیہم اسلام)۔

حوالہ جات

۱۔ انٹرویو مقالہ نگار، ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی ۲۶ اگست ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ

۲۔ انٹرویو مقالہ نگار، ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی ۲۶ اگست ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ

۳۔ خطبہ غدیر، ص۔۸۷، تقطیع و تدوین، سید گل محمد نقوی، ناشر امامیہ آرگنائزیشن پاکستان، ۲۰۱۷ء

۴۔ امام زمانہ کی غیبتِ صغری کے دوران امام سے رابطے میں رہنے والے چار نمائندوں کو نائبینِ خاص کو کہا جاتا ہے۔ ان کے نام بالترتیب عثمان بن سعید، محمد بن عثمان، حسین بن روح اور علی بن محمد سمری ہیں

حاصلِ مطالعہ

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی اردو ادب کے آسمان پر اس طرح سے نمودار ہوتے ہیں جیسے پہلی تاریخ کو آسمان پر ہلال نظر آتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ چودھویں رات پورے آب و تاب کے ساتھ آسمان پر چمکتا ہوا ماہتاب نظر آتا ہے۔

کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ ملتان کی سرزمین پہ پیدا ہونے والا یہ بچہ اردو ادب کے آسمان پر ماہتاب بن کر چمکے گا۔

زیر تحقیق مقالہ "ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شعری خدمات" پر ہے۔ یہ مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہے

پہلے باب "ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کا احوال و آثار" میں شوذبؔ کاظمی کی پیدائش سے لے کر اب تک کی زندگی کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

شوذبؔ کاظمی کا تعلق ملتان سے ہے۔ انہوں نے ملتان شہر میں رہتے ہوئے ادبی قوالوں سے کئی طرح کی خدمات ادا کی ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خدمت شعر و شاعری ہے۔ ملتان کے اس خطے سے تعلق رکھتے ہوئے انہوں نے دل کھول کر اپنی صلاحیتوں کو آزمایا ہے، اس وجہ سے اردو ادب میں ان کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کا اصل نام شناختی کارڈ کے مطابق سید فضل عباس شوذبؔ کاظمی ہے ان کے اس نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں لیکن انہوں نے اپنا ایک اور بھی نام جو متعارف کروایا، اس نام سے لوگ ان کو خوب جانتے ہیں وہ نام شوذبؔ کاظمی ہے۔ اس نام کی حیثیت سے انہوں نے اردو ادب میں منفرد اور بلند مقام حاصل کیا، ان کو ادب کے قاری ایک عظیم شاعر، ادیب، پروفیسر، مقالہ نگار، کالم نگار اور ناقد کے طور پر جانتے ہیں۔

دوسرا باب "شوذبؔ کاظمی کی شاعری کا فکری جائزہ" کے عنوان سے ہے۔ کسی بھی شاعر کی شاعری کا فکری جائزہ لینے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ وہ کیوں لکھ رہا ہے؟ کس لئے لکھ رہا ہے؟ آیا وہ آزاد خیال ہے؟ یا وہ تعصب کی نگاہ سے کسی چیز کو دیکھ کر اپنی رائے قائم کر رہا ہے؟ آیا وہ اپنے سیاسی، سماجی، معاشرتی حالات کو مد نظر رکھ رہا ہے یا وہ وطن پرستی یا مذہب پسندی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

ڈاکٹر شوذبؔ کاظمی کی شاعری الفاظ، خیالات، احساسات، جذبات، افکار اور تخلیقات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کی شان و شوکت دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان کا کلام آفاقیت، جدت، فکر و خیال، فلسفے اور شوخی وظرافت کا عدیم المثال کا نمونہ ہے۔ ان کو تشبیہ و استعارہ کا امام کہا جائے تو بے جا نا ہوگا۔ وہ تراکیب میں بھی ندرت رکھتے ہیں۔ کلامِ شوذبؔ کاظمی کو پرکھنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ عصرِ حاضر کی شاعری پر بھی گہرے اثرات رکھتے ہیں۔ ان کا کلام آفاقی اور فکر و فن کے تمام رنگوں سے سجا ہوا ہے۔

شوذبؔ کاظمی کی فکر کا اندازا ان کے اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ شاعری کو بچوں کا کھیل نہیں سمجھتے بلکہ ان کی نظر میں شاعری شعور سے ہے۔

؎ بنام شعر نہ ابہام کی کرو تبلیغ
یہ بات یاد رکھو شاعری شعور سے ہے

ان کا یہ شعر یہ بات واضع کر رہا ہے کہ شاعری کا تعلق عقل و شعور سے ہے۔ اور عقل ایسا کوئی بھی کام نہیں کرتی جس کا کوئی مقصد نا ہو۔

تیسرا باب "شوذبؔ کاظمی کی شاعری کا فنی جائزہ" کے عنوان سے ہے۔ وذب کاظمی کا فنی حوالے سے جائزہ لیں تو ان کو علمِ عروض پر دسترس حاصل ہے۔

ہر ادیب یا شاعری کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی گفتگو اور بیان موثر ہو کہ اس کو سننے والا اس سے پوری طرح متاثر ہو۔ اس لیے ادیب یا شاعر حضرات علم بیان و علم بدیع کا سہارا لیتے ہوئے اپنے کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور موثر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان کی کہی ہوئی بات قاری کے دل میں آسانی سے اتر جائے۔

چوتھے باب میں شوذبؔ کاظمی کا ہم عصر شعراء میں میں مقام و مرتبہ بتایا گیا ہے۔ شوذبؔ کاظمی نے ادب کی جس صنفِ سخن کو بھی آزمایا۔ اس میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوانے میں کامیاب ہوئے۔ غزل ہو یا صنف نظم حمد ہو یا نعت قصیدہ ہو یا مرثیہ ہر صنف سخن میں اپنا نام منوایا۔ مگر صنف شاعری میں مرثیہ کو ہی اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔

شوذبؔ کاظمی بلاشبہ موجودہ دور کے شعراء میں بہت بڑے مرثیہ نگار شاعر ہے انہوں نے اپنے بہت سے کلام دوسرے شعراء کی زمین میں کہہ کر دراصل اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا۔

وہ زود گو شاعر ہیں۔ اور ان کی شاعری مذہبی شاعری ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے واٹس ایپ پر ایک گروپ تشکیل دیا ہوا ہے وہاں پر ہر ہفتے ایک طرحی مصرعہ دیا جاتا ہے بہت سے شعراء اس گروپ میں اپنا کلام بھیجتے ہیں۔ شوذبؔ کاظمی کا بہت سا کلام ابھی تک غیر مطبوعہ ہے انہوں نے مذہب کے حوالے سے ہر مذہبی شخصیت پر اپنا کلام کہا اور اب تک کہہ رہے ہیں۔

دعا ہے خالقِ کل کائنات سے کہ ان کی زندگی دراز فرمائے۔ (آمین یارب العالمین بحق چہاردہ معصومین)

کتابیات

(الف)۔ بنیادی ماخذات

۱۔ شوذب کاظمی، رموزِ شاعری (تدریسی مباحث)، فرحان زیب پبلیشرز ملتان، ۱۹۹۳ء

۲۔ شوذب کاظمی، خزینہء ادب (تدریسی مباحث)، آئیڈیل پبلیشرز ملتان، ۱۹۹۵ء

۳۔ شوذب کاظمی، کلیدِ گلزارِ ادب (تدریسی مباحث)، فرحان زیب پبلیشرز ملتان، ۱۹۹۵ء

۴۔ شوذب کاظمی، حرفِ ابد (تالیفِ کلیاتِ حزیں صدیقی بہ اشتراک ایاز صدیقی)، بزم ضیائے ادب ملتان، ۱۹۹۶ء

۵۔ شوذب کاظمی، نقشِ دوام، مطبع: الدانش پرنٹرز، دسمبر ۱۹۹۷ء

۶۔ ہر لفظ کے لب پر صلِ علیٰ (مجموعہ نعت) بزم حزیں صدیقی ملتان، مطبع صمد رزاقی پرنٹرز ملتان، جنوری ۲۰۰۴ء

۷۔ شوذب کاظمی، بحضورِ قائداعظم، ناشر: ہیلپ فار ہیومن آرگنائزیشن (رجسٹرڈ) پاکستان، دسمبر ۲۰۱۷ء

(ب)۔ ثانوی ماخذات

۱۔ اصولِ کافی، مؤلف: شیخ محمد یعقوب کلینی، مترجم: سید حسن ظفر، ناشر: ثاقب پبلیکیشنز۔ لاہور پاکستان، ۱۹۸۵ء

۲۔ بلاغ القرآن، ترجمہ و تفسیر شیخ محسن علی نجفی، مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

۳۔ خطبہ غدیر، تقطیع و تدوین، سید گل محمد نقوی، ناشر امامیہ آرگنائزیشن پاکستان، ۲۰۱۷ء

۴۔ صفوۃ الصفوۃ جلد ا، مصنف: عبد الرحمن ابن جوزی، مترجم: شاہ محمد چشتی ، ناشر: طوبیٰ بک فاونڈیشن ۲۰۱۶ء

۵۔ کشف الیقین، مصنف: حسن بن یوسف بن مطہر حلی المعروف علامہ حلی، ناشر: مؤسسۃ آل البیت ۱۴۱۱ھ، بمطابق عیسوی ۱۹۸۹ء

۶۔ مدینہ سے مدینہ تک، مؤلف: آیت اللہ سید محمد جواد تہرانی، مترجم: علامہ ناصر مہدی جاڑا، ناشر ادارہ منہاج الصالحین لاہور، فروری ۲۰۰۹ء

۷۔ مفاتیح الجنان، مصنف: شیخ عباس قمی، ترجمہ: علامہ حافظ سید ریاض حسین، ناشر: العمران پبلیکیشنز لاہور پاکستان، ۱۹۹۹ء

۸۔ مقتلِ مطہر، مصنف آیت اللہ مرتضیٰ مطہری، پبلشر: جامع تعلیمات اسلامی پاکستان کراچی، جون ۲۰۰۹ء

۹۔ نقوشِ عصمت، علامہ سید ذیشان حیدر جوادی، ادارہ نشر: معارف اسلامی لاہور، پہلا ایڈیشن (ہندوستان)، اکتوبر ۱۹۹۲ء، دوسرا ایڈیشن (پاکستان) جون ۲۰۰۰ء

۱۰۔ نہج البلاغہ، تالیف سید رضی، مترجم مفتی جعفر حسین، ناشر ثاقب پبلیکیشنز لاہور پاکستان، جولائی ۱۹۸۵ء

(ج)۔رسائل وجرائد

۱۔ آفتاب ملتان، اتوار ۲۶ دسمبر ۱۹۸۲ء، ۰۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

۲۔ "النخیل" (پاکستان گولڈن جوبلی نمبر) ۹۷-۱۹۹۶ء، مجلہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان ص ۱۰۳،

۳۔ اخبارِ ملت ملتان جمعرات ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۲ءِ ۱۰ محرم ۱۴۰۳ھ

۴۔ اوصاف ملتان، ۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

۵۔ بساط ملتان، بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء ۲۰، شوال ۱۴۲۳ھ

۶۔ بساط ملتان، جمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء

۷۔ پاک جمہویت لاہور، جلد ۲۳، شمارہ ۳۹ (۲۳ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۸۲ء)

۸۔ جنگ ملتان، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۲ء

۹۔ حیرت ملتان، ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء

۱۰۔ خبریں ملتان، جمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء

۱۱۔ دلیلِ سحر ۱۹۷۷ء، گورنمنٹ کالج ملتان سول لائنز ملتان، ص ۰۵

۱۲۔ سنگِ میل ملتان، جمعرات ۲۷ جنوری ۱۹۸۳ء ۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

۱۳۔ سنگِ میل ملتان، بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء ۲۰، شوال ۱۴۲۳ھ

۱۴۔ صحافت ملتان، ۰۹ نومبر ۱۹۹۸ء، ص ۰۲

۱۵۔ کلیم ملتان (حزین ایڈیشن)، مرقع نمبر ۳۷، جلد ۰۸ شمارہ ۲۴ تا ۳۰ جون ۱۹۹۶ء

۱۶۔ منظرِ بہار (مرتبہ ہلال جعفری) فروری ۱۹۷۸ء

۱۷۔ ماہ نو لاہور اپریل ۱۹۸۲ء

۱۸۔ نوائے وقت ملتان، پیر ۲۶ نومبر ۱۹۷۹ء، ۰۵ محرم ۱۴۰۰ھ

۱۹۔ نوائے وقت ملتان، ۲۲ مئی ۲۰۰۲ء

۲۰۔ نوائے وقت ملتان، ۰۷ مئی ۱۹۹۸ء

۲۱۔ نوائے وقت ملتان، ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء

۲۲۔ نوائے وقت ملتان، جمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء

۲۳۔ نیادور ملتان، جمعرات ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء

۲۴۔ نیادور ملتان، بدھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء، ۲۰ شوال ۱۴۲۳ھ

(د)۔ انٹرویوز

۱۔ راضیہ بتول جعفری، انٹرویو مقالہ نگار، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء، ملتان، پاکستان

۲۔ شوذب کاظمی، انٹرویو مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان، پاکستان

۳۔ عذرا بتول، انٹرویو مقالہ نگار، ۱۰ جون ۲۰۲۳ء، ملتان، پاکستان

۴۔ غضنفر حسین شاہ، انٹرویو مقالہ نگار، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء، ملتان، پاکستان

۵۔ مہر محمد خان، انٹرویو مقالہ نگار، ۱۴ اگست ۲۰۲۳ء، ملتان، پاکستان